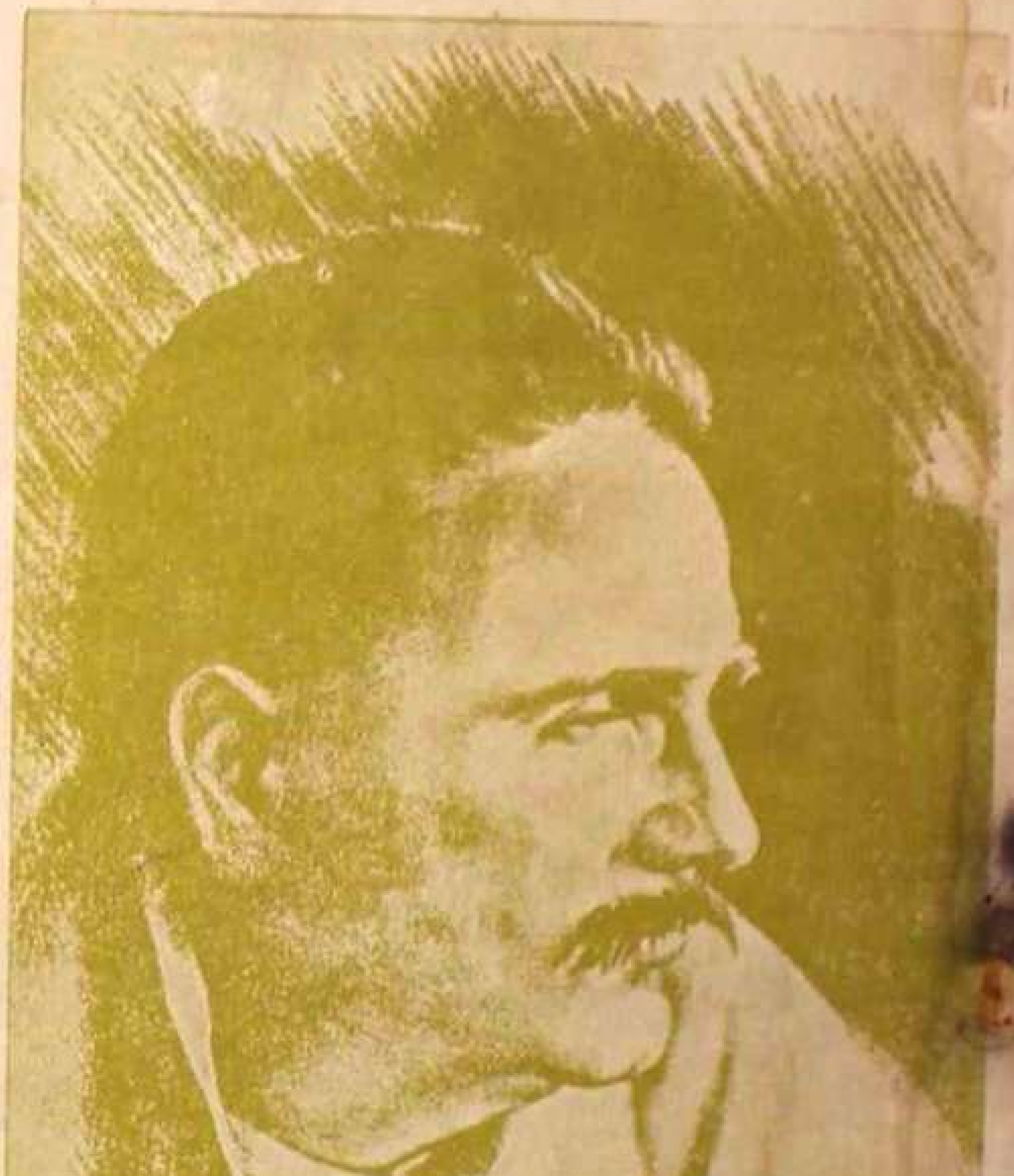

سدو و نیر

اقبال صدی تقاریب

۱۱ تا ۱۴ مئی ۱۹۷۳ء

زیر اہتمام

اقبال اکیڈیمی حیدرآباد

سووینیر

اقبال صدی تقاریب

۱۱ر تا ۱۴ر مئی ۱۹۷۳ء

زیرِ اہتمام

اقبال اکیڈیمی حیدرآباد

دفتر: مدینہ منشن، نارائن گوڑہ، حیدرآباد ۲۹

شائع کردہ سووینیر کمیٹی: احمد جلیس، ملک ساغر، رشید عبدالسمیع۔ مصطفےٰ کمال (کنوینر)

Souvenir

Iqbal Centenary Celebrations

11 th to 14 th MAY 1973.

Under the auspices of the IQBAL ACADEMY.

office:

MADINA MANSION, NARAYANGUDA, HYDERABAD- 29.

کوئلہ

صنعت کی بنیاد ہے

معیار اور خدمت،

کے لئے یاد رکھیئے

سنگارینی کالریز کمپنی لمیٹڈ

پوسٹ بکس نمبر ۱۸، خیریت آباد پوسٹ آفس

مہر منزل، لال ٹیکری، حیدرآباد ۴ (اے، پی)

فون: 32842, 34775, 32104, 32766
& 36771.

ٹیلی گرام: "کول مائنز" حیدرآباد

ٹیلی: ایچ۔ڈی ۳۲۱ "کول مائن"

اقبال صدی تقاریب

۱۱ر مئی تا ۱۴ر مئی ۱۹۷۳ء

زیرِ اہتمام: اقبال اکیڈمی حیدرآباد

بہ تعاون:

انجمن ترقی اردو — ادارۂ ادبیات اردو
ادبی ٹرسٹ — ابوالکلام آزاد اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ
انجمن ترقی پسند مصنفین
انجمن تحفظِ اردو
ادارۂ محورِ ادب
آندھرا پردیش ساہتیہ اکیڈیمی
آندھرا سرسوت پریشد
بھارت گن وردھک سنستھا
پریم چند اکیڈیمی — شعبۂ اردو جامعہ عثمانیہ
مراٹھی گرنتھ سنگرالیہ

نمائشِ اقبالیات

(مخطوطات، مطبوعات و منقوشات)

۱۱ر مئی: جمعہ

۵½ ساعتِ شام، نمائش میدان

افتتاح: ایس۔ کے۔ سنہا آئی۔ اے۔ ایس

صدارت: نریندر لوتھر آئی۔ اے۔ ایس

خیرمقدم: خواجہ محمد احمد (کنوینر)

تقریر: سعید بن محمد نقش

مصوری و خطاطی مقابلے

تقسیمِ انعامات: سید وقار الدین، ایڈیٹر رہنمائے دکن

پہلا اجلاسِ عام

۱۱ر مئی، جمعہ ۸ ساعتِ شب، نمائش میدان

صدارت: افضل العلماء، مولانا سید عبدالوہاب بخاری

خطبۂ استقبالیہ: ڈاکٹر رحیم الدین کمال (صدر استقبالیہ)

پیامات: خسید القادر عمادی

جذباتِ خیرسگالی: مختلف ادبی ادارہ جات

تقریریں: ڈاکٹر غلام دستگیر رشید، رحیم قریشی

نظمیں: اوج یعقوبی، خواجہ شوق، سعید شہیدی
پرنس تقی علی خان ثاقب، ڈاکٹر غیاث صدیقی
محمود علی خان ناظرو

تقریری، تحریری و بیت بازی مقابلے:

تقسیمِ انعامات:
عابد علی خاں، ایڈیٹر "سیاست"

کنوینر: محمد منظور احمد

ادبی اجلاس

۱۲ر مئی: شنبہ

صدارت: جگن ناتھ آزاد — ۱۰½ ساعتِ صبح، نمائش کلب

تقریریں: ڈاکٹر حفیظ قتیل، ریڈر شعبہ اردو
تقی علی مرزا، ریڈر شعبہ انگریزی
ابوالفیض سحر
ڈاکٹر راج کشور پانڈے صدر شعبہ ہندی جامعہ عثمانیہ
احمد نائب صدری ایرانی قونصل
آقا قضائی ایرانی قونصل
ڈاکٹر دیواکرلا وینکٹ اودھانی صدر شعبہ تلگو

ڈاکٹر ایس، آر کلکرنی صدر شعبہ مراٹھی

کنوینر: تیج نارائن جیسوال

دوسرا اجلاس عام

۱۲ ار مئی ۔ شنبہ ۸ ساعت شب

نمائش میدان

صدارت: سید خلیل اللہ حسینی، صدر اقبال اکیڈیمی

تقریریں: ڈاکٹر محمد مصلح الدین صدیقی

سلیمان سکندر

عبد القادر عمادی

ڈاکٹر راج بہادر گوڑ

کے۔ ایل۔ مہندرا

کلام:

محمود علی خان ثاثیر و

شاذ تمکنت

رئیس اختر

عثمان علی ضیا

کریم رضا

کنوینر:

سمپوزیم

عنوان: "اقبال اور عصری تقاضے"

۱۳ ار مئی ۔ یکشنبہ ۱۰ ساعت صبح } انوار العلوم کالج، ملے پلی

تقریریں:

سید سراج الدین

پروفیسر صلاح الدین

ڈاکٹر رحیم الدین کمال

سید خلیل اللہ حسینی

اختر حسن

ڈاکٹر مغنی تبسم

کنوینر: منیر احمد خاں

محفل یاد اقبال

۱۳ ار مئی ۔ یکشنبہ

۸ ساعت شب

انوار العلوم کالج، ملے پلی

صدارت: ڈاکٹر غلام دستگیر رشید

تقریریں: پروفیسر سید محمد

اختر حسن

سید سجاد مرزا

ڈاکٹر یوسف علی خاں

میر حسن

ذکی الدین صدیقی

گلہائے عقیدت۔ نغمات نذیم

نام کر تولی

فیض الحسن خیال

صلاح الدین نیر

نذیر علی عدیل،

راز عابدی

عبد الحلیم

کنوینر: محمد منظور احمد

تہذیبی پروگرام

۱۴ ار مئی

دوشنبہ

۸½ ساعت شب، نمائش کلب

داخلہ: ذریعہ ٹکٹ

کنوینر: ڈاکٹر رشید موسوی

پیش کش: فائن آرٹس اکیڈیمی

اقبال صدی تقاریب

اقبال اکیڈمی

عہدہ دار و اراکین

صدر: سید خلیل اللہ حسینی
معتمد: کریم رضا
آفس سکریٹری و خازن } محمد منظہر اللہ

اراکین انتظامی کمیٹی

غلام یزدانی ایڈوکیٹ
عبدالقادر عمادی
عاتق شاہ
محمد ظہیر الدین احمد
شریف صدیقی
حسن سعید
نیر احمد خاں
سید عبدالغفور
محمد عبدالقدیر صابر
شیخ کالے شاہ
محمد عبدالرشید
احمد علی خاں
رفیع رؤف
ڈاکٹر رشید موسوی
سلیم النساء
سلطان عمر
سید مصطفےٰ کمال

استقبالیہ کمیٹی

صدر: ڈاکٹر رحیم الدین کمال
نائب صدور: نواب میر احمد علی خاں
سید وقار الدین
بلقیس علاء الدین
معتمد: عبدالقادر عمادی
معتمد مالیہ کمیٹی: غلام یزدانی ایڈوکیٹ

کنوینرز

نمائش اقبالیات: خواجہ محمد احمد
افتتاحیہ اجلاس: محمد منظور احمد
ادبی اجلاس: تیج نارائن جیسوال
اجلاسِ عام: کریم رضا
سمپوزیم: منیر احمد خاں
محفلِ یادِ اقبال: محمد منظور احمد
تہذیبی پروگرام: ڈاکٹر رشید موسوی
تحریری مقابلے: سید خواجہ معین الدین

سوونیئر:
سید مصطفےٰ کمال

حکیم الامّت حضرت اقبالؒ

سید خلیل اللہ حسینی، صدر اقبال اکیڈمی

گیسوئے اردو منت پذیرِ شانہ تھا، میرؔ کی آہِ دردناک دنیا نے سُنی تھی۔ سوداؔ کی شاعری کی واہ واہ سے باخبر تھی لیکن اقبالؔ کی شاعری دلیلِ راہ بن کر سامنے آئی۔ اردو شعر و ادب گل کی لچکتی شاخِ نازک، پھول کی پتی کی طرح رنگیں، ساغرِ مئے سے زیادہ نشہ آور اور مینائے صہبا کی طرح محرومِ مئے حقیقت رہا۔ یہ حکیم الامت حضرت اقبال کا کارنامہ ہے کہ انھوں نے نزاکتِ شعر و ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی اس کو فولاد کی صلابت عطا کی۔ رنگینیٔ ادب کا احترام کرتے ہوئے بھی اُس کو خونِ دل کی سرخی اس طرح بخشی کہ ادب صرف ساز کا ہم نوا نہیں بلکہ سراپا سوز بن گیا۔ اُن کے ساغرِ شعر میں مئے تیز چھلکتی تو ضرور ہے لیکن اُس میں کسی عشوہ و غمزہ کی کیفیات نہیں بلکہ وہ مئے توحید ہے جس کے میخانے تین سو سال سے بند تھے اور اقبال نے درِ میکدہ پر اس طرح نغمہ خوانی کی کہ بند کواڑ کھل گئے۔ زبانِ اردو ابجز تہی دامنی کے لئے مرثیہ کناں نہیں رہی بلکہ قلقلِ مینا نے اس حقیقت کا اعلان کیا کہ اب اِس کا دامن گہہائے معنی سے لبریز ہے۔ اُن کی بانگِ درا نے سوئے ہوئے قافلے کو بیدار کیا۔ بالِ جبریل نے طاقتِ پرواز عطا کی۔ ضربِ کلیم نے استعماریت کو پاش پاش کیا۔ یوں تو اقبال نے بادہ و ساغر کی اصطلاحات ہی میں گفتگو کی لیکن اپنی شاعری کے مقصد کے بارے میں کہا:

نغمہ کجا و من کجا سازِ سخن بہانہ ایست
سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

انھوں نے جمود و خمود و غفلت کے خلاف شدید ردِ عمل کا اظہار کیا اور ان کی شاعری مردہ رگوں میں جمی ہوئی جمود کی یخی کو دور کرتی، امتی کا ڈھیر بنے ہوئے عزائم کو رفعتِ ہمالہ کا درس سکھاتی، سونے والوں کو جگاتی، جاگنے والوں کو چلاتی، چلنے والوں کو دوڑاتی اور دوڑنے والوں کو منزل آشنا کراتی ہے۔ اقبال نقیبِ انسانیت تھے، ان کا شدید احساس تھا کہ وہ انسان جس کو قدرت نے اپنا شہکار بنایا، نہ اپنے مقام سے واقف ہے نہ اس کو مقامِ عظمت ملا ہے۔ وہ استعمار چیرہ دستی کا شکار ہے، یہی ظالم اور استحصال پسند لوگ موجود ہیں جو انسانوں کو اقوام میں بانٹ کر انسان کی تباہی کا موجب ہوتے ہیں۔ جس وقت حبش پر مسولینی کی فوج حملہ آور ہوئی تو انھوں نے بڑے دُکھ سے لکھا کہ

تہذیب کا کمال، شرافت کا ہے زوال
ہر گرگ کو ہے برّۂ معصوم کی تلاش

غارت گری جہاں میں ہے اقوام کی معاش
اے وائے آبروئے کلیسا کا آئینہ

روما نے کر دیا سرِ بازار پاش پاش
پیرِ کلیسا یہ حقیقت ہے دل خراش

اقبال نے ایک ایسی سوسائٹی کا خواب دیکھا تھا جس میں ہر انسان کو اُس کی مخفی صلاحیتوں کی نشو و نما کے مواقع حاصل ہوں۔ افراد اپنے تہذیبی سرمایہ کی قابلِ فخر قدروں کو لے کر آگے بڑھیں۔ نقالی اور وابستۂ درگاہِ غیر کے طریقے کو ترک کریں۔ انسان کو ذہنی اور قلبی آزادی حاصل ہو اور انسان اعلیٰ مقاصد کی حصول کی کشمکش کرتا ہوا زندہ رہے۔ اقبال کے کلام کا حاصل عظمتِ انسانیت ہے۔ ان پر فرقہ پرستی کا لیبل لگانا صریحاً زیادتی ہے۔ اُن کا کہنا ہے ؎

برتر از گردوں مقامِ آدم است
اصلِ تہذیب احترامِ آدم است

شاذ تمکنت

★

تضمین بر غزلِ اقبالؔ

دلِ ازل میں جو تھا ذوقِ جستجو میں ہوں
تمام سازِ تمنا تمام سوزِ دروں
چھپائے پھرتا ہوں سینہ میں قلزم و جیحوں
"وہ حرفِ راز کہ مجھ کو سکھا گیا ہے جنوں
خدا مجھے نفسِ جبرئیل دے تو کہوں"

ہنر فریفتہ ہی، قیمتِ ہنر دے گا
سکوتِ سنگ کہاں دادِ شیشہ گر دے گا
تہی پیالہ، تہی دست کیسے بھر دے گا
"ستارہ کیا مری تقدیر کی خبر دے گا
وہ خود فراخیِ افلاک میں ہے خوار و زبوں"

نگاہ کیا ہے، نظاروں کی جانِ محبوبی
جنون کیا ہے شکیب و قرارِ ایوبی
وجود کیا ہے عناصر کی عرش مندوبی
"حیات کیا ہے خیال و نظر کی مجذوبی
خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گوناگوں"

تمام پردہ ہیں وہ ذوقِ روشنی دے کر
ازل سے تا بہ ابد لُطفِ تشنگی دے کر
جُنوں کے ہاتھ میں قندیلِ آگہی دے کر
"عجب مزہ ہے مجھے لذّتِ خودی دے کر
وہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے آپ میں نہ رہوں"

فرازِ طُورِ جُنون و درازدستیِ شوق
متاعِ دردو سرشتِ وفا و ہستیِ شوق
گُدازِ قلب ہو مے ذات و خود پرستیِ شوق
"ضمیرِ پاک و نگاہِ بلند و مستیِ شوق
نہ مال و دولتِ قارُوں نہ فکرِ افلاطوں"

ہے اپنے شوق کا احساس ابتدا سے مجھے
ملی ہے تابِ سخن کنگرۂ سما سے مجھے
ہزار ناز سے کہنا ہے یہ خدا سے مجھے
"سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفٰےؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردُوں"

طُلوعِ جلوہ پسِ اوجِ بام ہے شاید
مئے کشیدۂ لمحاتِ خام ہے شاید
مسافتِ بشری چند گام ہے شاید
"یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دما دم صدائے کُن فیکُوں"

پیامات

ہریشچندر سرین آئی۔ سی۔ ایس۔ مشیر گورنر حکومت آندھرا پردیش، حیدرآباد

مکرمی ـــــــ تسلیم

میں آپ کے مکتوب مورخہ ۲۷ اپریل سنہ ۱۹۷۳ء کے لئے شکر گذار ہوں۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ شاعر مشرق علامہ اقبال کی یاد منا رہے ہیں۔

اقبال ایک مایۂ ناز اور عہد ساز شخصیت تھے۔ وہ اپنے دور کے مفکر اعظم اور بیمار اور دکھی انسانیت کے مسیحا تھے۔ ایسی عظیم المرتبت شخصیت کی شایان شان یاد منانے پر میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اقبال صدی تقاریب کی کامیابی کا متمنی ہوں۔ فقط

آپکا

(ہریشچندر سرین)

اکبر علی خاں۔ گورنر اُتر پردیش۔ راج بھون لکھنؤ

مکرمی ـــ تسلیم

مجھے یہ جان کر بڑی مسرت ہوئی کہ اقبال اکیڈمی کے زیر اہتمام آپ حضرات اقبال صدی تقاریب منانے جا رہے ہیں حضرت اقبال اُردو اور فارسی کے اُن نامور شعرا میں گنے جاتے ہیں جنہوں نے اپنے کلام سے عوام کی ذہنیت میں زبردست انقلاب پیدا کیا ہے وہ ایک اونچے درجے کی فلاسفر تھے۔ انہوں نے انسانی دماغ کو یہ کہہ کر باور کرایا کہ تو دنیا میں بہت کچھ کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ یہ یقین ہو کہ۔

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

وہ مساواتِ انسانی سے بھی بہت متاثر تھے اور فرماتے ہیں کہ

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

ان کی حب الوطنی اپنی جگہ پر بالکل صاف تھی۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

یہ ایک ایسا محبوب ترانہ ہے جس کو ہر ہندوستانی آج بھی پڑھ کر فخر محسوس کرتا ہے۔ میری نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں اور خدا سے دعا ہے کہ اقبال صدی تقاریب کامیاب ہوں۔

مخلص

اکبر علی

بیگم حامدہ حبیب اللہ۔ وزیر سماجی فلاح، قومی یک جہتی، حکومت اُتر پردیش
و صدر اتر پردیش اُردو اکاڈمی۔ لکھنؤ

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ حیدرآباد جیسے اُردو نواز شہر میں اُردو کے عظیم ترین شاعر اور مفکر اقبال کی صد سالہ یادگار منائی جا رہی ہے۔

اقبال کا پیغام کسی محدود گوشے یا تنگ حصار کے لیے نہیں تھا۔ وہ آفاقی شاعر تھے اور ان کا خطاب سارے بنی نوعِ انسان سے تھا۔ انھی کے کلام میں ہندوستانیت اور ہندوستانی الفت کا جو بھرپور عنصر پایا جاتا ہے۔ اس نے انہیں صحیح معنوں میں ہندوستان کا قومی شاعر بنا دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے بعض سیاسی نظریات سے کسی کو اختلاف ہو۔ لیکن اس اختلاف کے باوجود ہر شخص کو ان کی شاعرانہ عظمت ان کی فکر کی گیرائی اور گہرائی اور ان کے انقلاب انگیز سماجی تصورات کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا۔

اقبال نے اُردو شاعری میں پہلے پہل ایک واضح معاشی اور سماجی نظریہ پیش کیا۔ ان کے معاشی فلسفے کا مقصد اُس وسیع خلیج کو پر کرنا تھا۔ جو ایک جاگیردارانہ نظام نے محنت کش عوام اور دولت مندوں کے بیچ پیدا کر دی تھی۔ وہ پہلے اردو شاعر تھے جنھوں نے روس کے انقلاب کا "آفتابِ تازہ" کی حیثیت سے استقبال کیا تھا اور اپنے ملک کے کسان کی طرف ان الفاظ میں ہماری توجہ منعطف کرائی تھی۔

دہقاں ہے کسی قبر کا اُگلا ہوا مُردہ
بوسیدہ کفن جس کا ابھی زیرِ زمیں ہے
جاں بھی گروِ غیر بدن بھی گروِ غیر
افسوس کہ باقی نہ مکاں ہے نہ مکیں ہے

اقبال انسان کو صحیح معنوں میں "خلیفۃ اللہ فی الارض" سمجھتے تھے۔ یہی نہیں، ضرورت پیش آ جائے تو وہ انسان کو خدا کا مد مقابل بنانے کے لیے تیار رہتے تھے مگر اسی کے ساتھ وہ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ یہی انسان ایک دوسرے کا سیاسی اور اقتصادی استحصال کریں۔ اسی لیے انہوں نے جگہ جگہ اور بار بار سماجی بے انصافی اور عدم

مساوات کی تعلیم ہی نہیں دی بلکہ اسے ختم کر دینے کے لئے "دنیا کے غریبوں" کو بغاوت تک کر دینے کی تلقین کی. اس سے ایک طرف اقبال کی انسان دوستی، رواداری، فراخ دلی اور وسعت نظری ظاہر ہوتی ہے اور دوسری طرف وہ کسی محدود دائرے میں نہ رہ کر عالمگیر اخوت و مساوات کے علم بردار کی حیثیت سے نظر آتے ہیں. مگر اس عالمگیر نظریے کے ساتھ وہ اپنے وطن ہندوستان کو نہیں بھولتے کیونکہ انہیں کے لفظوں میں

خاور کی امیدوں کی یہی خاک ہے مرکز
اقبال کے اشکوں سے یہی خاک ہے سیراب

ایسے عظیم فلسفی، ایسے مبلغ انسانیت، کسان اور مزدور کے ایسے دوست اور ہندوستان سے محبت کرنے والے ایسے اُردو شاعر کا، جس نے اُردو شاعری کو ایک نیا موڑ اور ہندوستانیوں کو ایک نیا پیغام دیا، صد سالہ جشن منانا ہم سب کا فرض ہے. خدا کرے آپ کا پروگرام کامیاب ثابت ہو اور ہم اقبال کے پیغام کو گھر گھر پہنچا سکیں.

(حامدہ حبیب اللہ

اسلوب احمد انصاری۔ پروفیسر و صدر شعبۂ انگریزی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

اقبال صحیح معنوں میں دورِ حاضر کے لئے ایک نابغۂ روزگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ درجۂ اول کے مفکر اور تخلیقی فنکار ہونے کے ساتھ ہی مشرق و مغرب کے فلسفے کے منتہی، السنۂ مشرقیہ کے کلاسیکل شعری سرمایہ میں بصیرت رکھنے والے طبعی علوم کے جدید نظریات سے پوری طرح واقف، معاشرتی اداروں کے مبصر، عالمی سیاست کے رمز شناس، اسلام کی اساسی تعلیمات میں پختہ ایمان رکھنے والے اور نبی کریم کے عاشقِ زار تھے۔ ان کی فکر عمیق، ان کا ذہن دراک، اور ان کا دل حد درجہ کشادہ، متواضع اور صدقِ نظر و تمنی سے بھرا ہوا تھا۔ انہیں ہندوستان کے ذرے ذرے سے والہانہ محبت تھی۔ ان کا ذہن مغرب کا ساختہ و پرداختہ اور دل مشرق کے آداب اور شعائر کا گرویدہ تھا۔ وہ ہر سرچشمہ سے فیضیاب ہوئے، لیکن ان کے لئے خوب و زشت کی پرکھ اور رد و قبول کا پہلا اور آخری معیار اسلام کی اقدارِ حیات تھیں۔ ان کی شخصیت کی ہمہ گیری کو سمجھنے ان کی معنویت کو پہچاننے اور فکر و فن کے میدان میں ان کے مرتبے کا تعین کرنے کی ہر کوشش مستحسن اور قابل ستائش ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ ان مقاصد کے حصول میں اقبال صدی تقریبات، جن کا انعقاد حیدرآباد میں کیا جا رہا ہے، پیش از پیش کامیاب ہوں گی۔

اسلوب احمد انصاری

علی جوّاد زیدی

اقبال کی رنگا رنگ اور پہلو دار شخصیت اور ہمارے قومی ادبی سرمائے کو اُن کی دین اتنی اہم ہے کہ کوئی ذی شعور اسے محسوس اور تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بعض اوقات علامہ اقبال کے سیاسی اور فلسفیانہ نظریات کو مرکزی

نقطہ ماں کے ان کے ادبی اکتسابات کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن ان کی صحیح ادبی قامت کی تعیین میں یہ پہلو اتنا اہم نہیں ہے جتنا اس کا ادبی اور فنی عنصر اور وہ عام جذباتی فکری اور فنی فضا جو ان کے ادب پاروں کو آفاقیت بخشتی ہے مدتوں ارباب ادب و فکر نے اُن سے کسب ضیا کیا ہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

ہمارے ادب پر اُن کی شخصیت کی چھاپ بہت گہری ہے۔

اقبال صدی کے موقع پر ہمیں اس دین کا کھل کر اعتراف کرنا چاہیے اور ہمارے قومی ادبیات میں اقبالیات کے صحیح مقام کی تعیین کی کوشش کرنا چاہیے۔

مجھے خوشی کہ اقبال اکیڈمی اس صدی کے موقع پر تقریبات کا انتظام کر رہی ہے۔ میری تمام نیک خواہشات منتظمین کے ساتھ ہیں۔

علی جوّاد زیدی

محمّد حسن، سری نگر

مکرمی۔ ممنوں ہوں کہ جشن اقبال کی تقریبات کے موقع پر آپ نے یاد کیا۔ اقبال کی یاد کو منانے کا مناسب طریقہ میرے نزدیک یہ ہے کہ اقبال کے کلام کی صحیح روح تک پہنچنے کی کوشش کی جائے بڑے شاعر محض خراج تحسین نہیں چاہتے۔ اور اک اور عرفان چاہتے ہیں اقبال نے خودی کے تصوّر سے اردو شاعری کو توانائی اور زندگی کا جو بے پناہ خزانہ بخشا ہے اسے کھنگالنے کی ضرورت ہے۔ تنقیدی بصیرت سے اس میں کے جواہرات کو خزف ریزوں سے الگ کرنا ہے۔ اقبال اب بھی ہماری شاعری کے لئے مینارۂ نور ہے اور اس سے اخذ نور کے لئے بے لاگ تنقید اور معروضی تجزیہ درکار ہے۔ نئی نسل پر ماضی کا یہی سب سے بڑا قرض ہوتا ہے جس کی ادائیگی سے مستقبل کی تعمیر میں مدد مل سکتی ہے۔ آپکا

محمّد حسن

سری نگر۔

میرا دل آپ کے ساتھ ہے۔ آپ کی تقاریب کی عظیم کامیابی کا متمنی ہوں۔

خواجہ احمد فاروقی

گیان چند ۔ صدر پوسٹ گریجویٹ شعبۂ اُردو ۔ جموں یونیورسٹی ۔ جموں

مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ اقبال اکیڈمی اقبال صدی تقریبات منا رہی ہے ۔ میں اقبال کی تاریخ پیدائش ۹ نومبر ۱۸۷۷ء تسلیم کرتا ہوں ۔ بہتر ہوتا کہ ان تقاریب کو اقبال صدی تقاریب کی بجائے محض اقبال تقاریب کہا جاتا ۔ بہرحال ان کی کامیابی کے لئے دست بہ دعا ہوں ۔

میں نے ہمیشہ اقبال کو اُردو کا سب سے بڑا شاعر مانا ہے ، غالب سے بہت بڑا ۔ مجھے اقبال کے پیغام کے بعض حصوں سے اختلاف ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ میں اس کی شاعری کی عظمت سے انکار کروں ۔ اگر بڑی شاعری کے لئے فکر کی اہمیت مسلّم ہے تو اُردو کا کون دوسرا شاعر ہے جو اقبال کا دامن بھی چھو سکے ۔

گیان چند

جناب معتمد صاحب ـــــ اقبال صدی تقاریب

مجھے یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ اقبال اکیڈیمی حیدرآباد کی جانب سے اقبال صدی تقاریب کا اہتمام کیا جا رہا ہے ۔ مجھے افسوس ہے کہ میں ان دنوں حیدرآباد میں نہیں رہوں گی ورنہ ان محفلوں میں شرکت کی سعادت حاصل کرتی ۔ اُردو میں اقبال ہی ایسے شاعر گزرے ہیں جن کے کلام کا مطالعہ کثیر زاویوں سے کیا گیا ہے ۔ اقبال پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جا رہا ہے ۔ لیکن ان ساری تنقیدوں کے مطالعے کے بعد بھی تشنگی اور کمی کا احساس ہوتا ہے ۔ اس کا سبب غالباً یہ ہے کہ زیادہ تر نقادوں نے اقبال کی فکر اور فلسفے پر ساری توجہ صرف کی ہے ۔ بعض نقادوں نے ان کے فن کی خوبیوں کا بھی جائزہ لیا ہے لیکن ان مطالعوں میں وہ توازن بہرحال پیدا نہ ہو سکا جس سے بحیثیت فنکار اور بحیثیت مفکر اقبال کی مکمل شخصیت ابھر کر سامنے آتی ۔ مجھے اُمید ہے کہ اقبال صدی تقاریب میں جو مقالے پڑھے جائیں گے ان سے کسی حد تک اس کی تلافی ضرور ہوگی ۔ میں توقع کرتی ہوں کہ اقبال اکیڈیمی ان تقاریب کو مطالعۂ اقبال کی تجدید کا نقطۂ آغاز محض ایک رسم کے طور پر نہیں منائے گی بلکہ یہ محفلیں حیدرآباد میں ثابت ہوں گی ۔

ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ
صدر شعبہ اُردو
جامعہ عثمانیہ

صباح الدین عمر، سکریٹری اترپردیش اردو اکاڈمی

ڈاکٹر محمد اقبال، اردو کے وہ جلیل القدر فلسفی شاعر گذرے ہیں جن کا پیغام کسی ایک ملک یا کسی ایک قوم کے دائرے میں محدود نہیں ہے۔ اگر انہوں نے ایک طرف اپنے وطن ہندوستان کی عظمت کے ترانے گائے تو دوسری طرف انہوں نے سارے عالم انسانیت کو ایک درس دیا۔ ان کے خیالات اور ان کی نظموں کا محور انسان ہے، وہ انسان کو اتنی بلند ہستی سمجھتے تھے کہ اس کی "ہمت مردانہ" یزداں کو بھی اپنی کمند میں لا سکتی تھی اور وہ خدا کو موقع بہ موقع جواب صاف بھی دے سکتا تھا۔ لیکن اقبال انسان کو مختلف خانوں میں بٹا ہوا دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ انسان میں اونچ نیچ اور امیر غریب کا فرق گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ وہ مزدور، کسان اور غریبوں کا استحصال نہیں انگیز کر سکتے تھے وہ اس استحصال کے مخالف ہی نہیں تھے بلکہ ایک اور قدم آگے بڑھ کر انہیں کبھی خدا کی زبان سے اور کبھی اپنی زبان سے بغاوت کرنے پر بھی آمادہ کرتے تھے اور سرے سے اس نظام ہی کو بدل دینا چاہتے تھے جس میں یہ استحصال ہو رہا تھا

اٹھو مری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخ امرا کے در و دیوار ہلا دو
جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو
گرماؤ غلاموں کا لہو سوز یقیں سے
کنجشک فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دو

یا

کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ
دنیا ہے تری منتظر روز مکافات

اس لحاظ سے اقبال زبردست ترین انقلابی اور عوامی شاعر ہیں۔

اقبال نے انسان کو بغاوت ہی کا پیغام نہیں دیا بلکہ اس میں اپنی عظمت کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کی اور اس سے کہا کہ،

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

یہی نہیں بلکہ اگر خدا کی قدرت اور انسان کی قدرت کے موازنے کی بات آ جائے تو انسان کہہ سکے کہ

تو شب آفریدی، چراغ آفریدم
سفال آفریدی، ایاغ آفریدم
تو صحرا و کہسار و دشت آفریدی
خیابان و گلزار و باغ آفریدم

اقبال کی فکر و نظر یہیں تک محدود نہیں ہے۔ وہ ایک طرف سلطنت اقوام کی "جادوگری" کا راز بھی افشا کرتے ہیں اور دوسری طرف "رموز قلندری" سے بھی واقف ہیں۔ وہ ایک طرف اپنے وطن کو سارے جہاں سے اچھا سمجھتے ہیں، دوسری طرف سارے جہاں کو اپنا کہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں، وہ اپنے وطن کے بھی شیدائی ہیں اور سارے عالم کے بھی۔

اقبال کی پیدائش کو ایک سو سال گذر چکے۔ ان کے بعد "دگر دانائے راز آید نہ آید"!

علامہ اقبال کی صد سالہ تقریبات کا انعقاد نہ صرف مناسب ہی نہیں ضروری تھا۔ اس سے ہم نہ صرف ایسے عظیم شاعر کی خدمت میں اپنا ادنیٰ خراج عقیدت پیش کر سکتے ہیں بلکہ اقبال کی شاعری اور فلسفہ سے جو حضرات واقف نہیں ہیں انہیں بھی یہ بتا سکتے ہیں کہ اپنے خاکستر میں ایسی چنگاری بھی تھی۔

(صباح الدین عمر)

خطبۂ استقبالیہ

ڈاکٹر رحیم الدین کمال
صدر استقبالیہ اقبال صدی تقاریب

جناب صدر، خواتین و حضرات!

اقبال صدی کے جشن کی تقریبوں میں آپ کا خیر مقدم کرنا میرے لئے باعث افتخار ہے۔ اقبال جیسے عظیم و ہمہ گیر شاعر اور مفکر کا صد سالہ جشن بجائے خود ایک تاریخی واقعہ ہے۔ جب مجھ سے خواہش کی گئی کہ میں صد سالہ جشن کی مجلس استقبالیہ کی صدارت قبول کروں تو میں نے اس دعوت پر دراصل اقبال کی پیروی میں بلا تامل لبیک کہا۔ میں نے اسے ایک خوش آئند موقع سمجھا تاکہ اقبال کے کلام اور فکر کا عصری مناسبتوں سے جائزہ لیا جائے۔ ہم نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ایسے اداروں، تنظیموں اور اشخاص کو مدعو کیا ہے جو قومی اور بین الاقوامی طرزِ فکر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ مجھے یہ اعتراف کرتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ ہم کو اس خصوص میں سب کا بھرپور تعاون حاصل رہا ہے۔ حیدرآباد کو ہندوستان کی علمی دنیا میں ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ جغرافی لحاظ سے بھی یہ مرکزی مقام ہے اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ اس جشن کو کل ہند حیثیت دی جائے۔

مجھے اس بات کا یقین ہے کہ اقبال کی شاعری اور اُن کے فکر کلام پر تبصرے آپ کو زندگی کی نئی رفعتوں سے آشنا کریں گے اور آپ کے سامنے زندگی کی نئی راہیں کھل جائیں گی۔ ہمیں امید ہے کہ آپ سب کے تعاون سے ہم ان مباحث میں ایک ایسا مرکزی موضوع ابھار سکیں گے جس سے اقبال کے متعلق ہمارا صحیح نقطۂ نظر پیدا ہوسکے اور اقبال کی تصویر اس کے حقیقی چوکھٹے میں پیش کی جاسکے۔

جناب صدر میں آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ آپ میں متقدمین کی علمی شان ہے اس کے ساتھ ہی آپ جدید طرز فکر پر صحت مندانہ نقطۂ نظر بھی رکھتے ہیں ہم کو یقین ہے کہ ہماری تمام کوششوں میں آپ کی تائید و رہنمائی حاصل رہے گی۔ حسینی صاحب نے اپنے نوجوان ساتھیوں کے ساتھ اقبال اکیڈمی کے صدر کی حیثیت سے ایک عرصے سے اقبال کی شمع روشن رکھی ہے۔ میں ان کے اخلاص و جذبات سے متاثر ہوا وہ اس مقصد سے جو دلی لگاؤ اور خلوص رکھتے ہیں اس کے پیش نظر میرے لئے یہ ناممکن تھا کہ میں اس دعوت کو قبول نہ کرتا۔

میں نے اس مختصر سے عرصے میں دیکھا ہے کہ اقبال اکیڈمی میں کام کرنے والے نوجوان اقبال سے نہ صرف سچی محبت رکھتے ہیں بلکہ انھوں نے وسیع القلبی سے ہماری ان تجویزوں کو قبول کیا کہ اس جشن کی وسیع اور کل ہند حیثیت ہو۔ وہ اس مقصد سے جو خلوص رکھتے ہیں اس سے یقیناً ہر کوئی متاثر ہوگا۔

اقبال کا شاعر اور مفکر کی حیثیت سے مشرق اور خاص طور پر ہندوستان کی بیداری میں بہت بڑا حصہ ہے وہ ایک حساس نوجوان شاعر کی حیثیت سے ہندوستان کے ادبی افق پر نمودار ہوا۔ وہ ہندوستان کی غلامی سے بے حد متاثر تھا۔ اس لئے ہندوستان کی بدبختی اور غلامی پر اپنے درد و کرب کے اظہار کے لئے جس زبان کا استعمال

کیا ہے، ان سے اس کی دل و دماغ کی بے پناہ اور منفرد خصوصیات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس نے بے شمار خوبصورت نظمیں لکھ کر اپنے حُبِّ وطن کے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ وہ اپنے ہم عصروں میں اس لئے ممتاز تھا کہ اس کو وجدان کے ساتھ ساتھ ایک ایسا اسلوبِ بیان بھی ملا جس کی بدولت وہ فکر اور اسلوب کے نئے امکانات کی دُنیا میں ایک نقیب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی نظم "ترانۂ ہندی" اپنے اسلوبِ بیان، موضوع اور ہمہ گیر تاثر کی وجہ سے اب بھی بے مثال ہے۔ "نیا شوالہ" لکھ کر اس نے ایک ایسی زیارت گاہ کی بنیاد رکھنے کی اثباتی کوشش کی ہے جو ہندوستان کے ہر خطہ سے ہر مشرق کے انسان کو اپنی طرف کھینچ سکے۔ اس نے اس زیارت گاہ کو اتنا پاکیزہ بنا دیا ہے کہ پاک سے پاک انسان کے لئے سچے دل سے اس کا احترام کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوتا۔ اس کی اس زمانے کی نظمیں "ہمالیہ" "رام" "نانک" سے اس کی وسیع النظری کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ ہندوستان کی عظمت کا دلدادہ تھا۔ اس نے ہر ہندوستانی چیز سے بصیرت حاصل کی ہے۔ ہندوستانی شخصیتیں، پہاڑ، دریا، سمندر، خوبصورت مناظر، لوگ اور ہندوستان کی قسمت اس کی شاعری میں اپنا جلوہ دکھاتے ہیں۔ وہ اپنے ہندوستانی ہونے پر فخر کیا کرتا تھا۔ اس نے ہندوستانی روایت کی پیروی میں ہندوستان کی آب و ہوا اور ماحول کی ہر خوبصورت چیز کو شاعری میں محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اقبال کو منفرد اور عظیم شاعر اور مفکر بنانے کے لئے اس کا یہ کام ہی کافی ہے۔

اقبال کے بارے میں ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ اُس کے حبِ وطنی کا جذبہ اس کے آخری کلام میں کم ہو گیا۔ اقبال کے آخری کلام جاوید نامہ" میں ہندوستان کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس نے نوجوانوں کو جو پیغام دیا ہے اس کی تلاش و جستجو میں اس نے افلاک کا یہ سفر کیا تھا۔ دنیا کے ہر مقام کی اہم شخصیتوں سے اس کی ملاقات ہوتی ہے۔ ہر ملاقات کے موقع اور ہر منزل میں وہ اس پیغام کی فکر میں دکھائی دیتا ہے جس سے وہ ہندوستان کو بیدار کر کے اس کو نئی رفعتوں سے آشنا کر سکے۔ پیرومی اُسے ہندوستان کی روح دکھاتے ہیں۔ وہ ہندوستان کی پاک اور نازک روح کو دل گداز خراجِ عقیدت ان الفاظ میں پیش کرتا ہے:

آسماں شق گشت و حورے پاک زاد — پردہ را از چہرۂ خود بر کشاد
در جبینش نار و نورِ لایزال — در دو چشم او سرورِ لایزال
حلّہ ای در بر سبک تر از سحاب — تار و پودش از رگِ برگِ گلاب
با چنیں خوبی نصیبش طوق و بند — بر لبِ او نالہ ہائے دردمند
گفت رومی "روحِ ہند است ایں نگر — از فغانش سوز ہا اندر جگر"

اس نظم میں آگے چل کر وہ ہندوستان کے غدار میر جعفر و میر صادق کو دکھاتا ہے کہ انھیں دوزخ کی آگ بھی جلانے کے لئے تیار نہیں۔ وہ خون اور پیپ کے دریا میں غوطے کھاتے دکھائی دیتے ہیں۔ اقبال کہتا ہے کہ جب تک میر جعفروں کی روح اس زمانے کے چند انسانوں میں بھی کارفرما ہو ہندوستان کی شب کو کبھی سحر نصیب نہ ہو سکے گی اس کا شاعرانہ حُسن اور سرمستی اس مقام پر نقطۂ عروج کو پہنچتے ہیں جہاں وہ سلطان شہید ٹیپو کو دریائے کاویری پر حقیقتِ حیات و موت بیان کرتے ہوئے دکھاتا ہے۔

اے مرا خوشتر ز جیحون و فرات — اے دکن را آب تو آبِ حیات
آہ شہرے کو در آغوش تو بود — حسن نوشین جلوہ از نوشِ تو بود
موج تو جز دانۂ گوہر نزاد — طرۂ تو تا ابد شوریدہ باد

آنکہ می کردی طواف سطوتش — بودہ ای آئینہ دارِ دولتش
آنکہ گفتارش ہمہ کردار بود — مشرق اندر خواب و او بیدار بود
زندگانی انقلاب ہر دمے است — زانکہ او اندر سراغِ عالمے است
زندگی را چیست رسم و دین و کیش — یک دم شیری بہ از صد سال میش

ہر زماں میرد غلام از بیمِ مرگ
زندگی او را حرام از بیمِ مرگ

بندۂ آزاد را شانے دگر — مرگ او را می دہد جانے دگر
او خود اندیش است مرگ اندیش نیست — مرگِ آزادی ز آنے بیش نیست

اقبال نے ہندوستان کی غلامی اور زوال پر گہری نظر ڈال کر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مشرق کی آزادی اور بیداری سے اس کا انمٹ رشتہ ہے۔ اس نے مشرق کو گہرے خواب اور بے عمل زندگی سے جگایا ہے اور ایک حرکی جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن حرکی جذبہ اقبال کے نزدیک صرف مغرب کی تقلید سے حاصل نہیں ہو سکتا وہ تقلید کا خواہ وہ کسی قومیت کی کیوں نہ ہو مخالف ہے۔ اس نے ندرتِ فکر اور جدتِ عمل کی دعوت دی ہے۔ اقبال سمجھتا ہے کہ مغرب نے ناپائیدار بنیادوں پر نئی تہذیب کی عمارت کھڑی کی ہے۔ اس کے نزدیک ایسی تہذیب یا تمدن جس میں احترام آدمیت کا جذبہ کارفرما نہ ہو دیرپا ثابت نہیں ہو سکتا۔ مغربی تہذیب میں محبت اور آدمیت کے عناصر مٹا دیے گئے ہیں۔ اس موضوع پر اس کے بے شمار حسین اور اثر آفریں اشعار ہیں۔

اقبال انسانی تعلیمات کی اخلاقی بنیادوں پر یقین رکھتا ہے۔ اس نے ایک ایسے اخلاقی معاشرے کا تصور پیش کیا ہے جس میں ہر فرد کو آزادی سے بڑھنے اور تخلیق کارنامے انجام دینے کی سہولتیں حاصل ہیں۔
اقبال نے مغرب کے پیش کردہ قومیت کے تصورات میں ان کے چالاک منصوبوں کا سراغ پایا ہے۔ اُس نے دیکھا کہ مغرب کی قومیت کے تصورات نے اسلامی دنیا کی مرکزیت کے پرخچے اڑا دیے ہیں۔ اور ایک قوم کو دوسری قوم کے مقابل میں لا کھڑا کر دیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان بٹ گئے اور سازشوں کے نا ختم ہونے والے گورکھ دھندوں میں پھنس گئے۔ اقبال نے مغرب کے بعض کارناموں خاص طور پر جس سے انسانی فلاح کی راہیں نکلتی ہوں کی ستائش کی ہے مثلاً وہ کہتا ہے ؎

فردوس جو تیرا ہے کسی نے نہیں دیکھا — افرنگ کا ہر قریہ ہے فردوس کی مانند

اس کے باوجود اقبال مغرب و مشرق کے تخلیقی ارتباط و اشتراک کے امکانات کا قائل تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ مغرب کے افق پر کوئی سحر نمودار نہیں ہو سکتی جب تک کہ مشرق سے اس کا ربط و اشتراک پیدا نہ کیا جائے۔ اقبال کے نزدیک ایسا ربط و اشتراک آئندہ کی کسی دنیا کے نقوش ابھارنے کا باعث بنے گا۔ اقبال مشرقی دنیا کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں بٹا دیکھ کر بہت متردد ہوا کرتا تھا۔ اُسے یہ بات بھی پسند نہیں تھی کہ مشرق ماضی کی عظمتوں میں کھو جائے اس کے نزدیک جب تک کسی قوم میں اثباتی نقطۂ نظر نہ پیدا ہو اور اس میں متحرک کرنے والے جذبات جاگزیں نہ ہوں اس قوم کا مستقبل درخشاں نہیں ہو سکتا وہ اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ مشرق کے انحطاط کی اصل وجہ یہ تھی کہ مشرق نے زندگی کے حقائق اور جد و جہد سے روگردانی کر کے ایک غیر موثر طرزِ فکر میں پناہ لی۔ اقبال پیغمبرِ عمل کی حیثیت سے مشرق کے افق پر نمودار ہوا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اگر وہ اپنی نسل کو نہ بچا سکے تو کم از کم آئندہ آنے والی نسل کو قیاسی افکار کے مہلک اثر سے نکال لے سکے گا۔

اس زمانے کے عام خیالات رجحانات کے خلاف اقبال پر ان کی آمد کو کائنات کی تاریخ کا بہت

ہی بڑا اور عظیم کارنامہ قرار دیتا ہے۔ اس نے جن حسین الفاظ میں انسان کی ارضی زندگی کے آغاز کا خیر مقدم کیا ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے ؎

نعرہ زد عشق کہ خونیں جگرے پیدا شد
حُسن لرزید، کہ صاحب نظرے پیدا شد
خبرے رفت زگردوں بہ شبستان ازل
حذر اے پردگیاں پردہ درے پیدا شد
آرزو بے خبر از خویش بہ آغوشِ حیات
چشم وا کرد و جہانِ دگرے پیدا شد
فطرت آشفت کہ از خاکِ جہانِ مجبور
خودگرے، خود شکنے، خودنگرے پیدا شد
زندگی گفت کہ در خاک تپیدم ہمہ عمر
تا ازیں گنبدِ دیرینہ درے پیدا شد

اقبال کے تصورِ خودی پر بہت کچھ کہا اور لکھا جا چکا ہے۔ نفسیات کی جدید تحقیقات نے خودی کے تصور اور تشکیل میں حصہ لینے والے عناصر اور ان کی تقدیم و تاخیر کے امکانات کا پتہ لگایا ہے۔ ان تمام تحقیقات کا اقبال کے تصورِ خودی سے گہرا تعلق ہے، ہم کو یہ معلوم کرنا ہوگا کہ تصورِ خودی کے کیا عناصر ہیں اور ان میں تقدیم اور تاخیر میں کیا ارتباط قائم ہے اور اس ارتباط میں اگر کوئی تبدیلی ہو تو اس کا انسانی کردار پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ اقبال نے اپنے اشعار میں نئی آرزوؤں اور نئے مقاصد کو سمونے کے طریقوں کی وضاحت کی ہے۔ انا کو حرزِ جاں بنانے ہی میں انسان کی زندگی کے جام سے شخصیت کی شراب چھلکنے لگتی ہے۔

اقبال کے نزدیک قدروں کا ایک خاص نظام قابلِ قبول ہے۔ وہ اپنے مُلک سے بے انتہا محبت رکھتا ہے لیکن اس کو وطن کی محبت انسانی زندگی کے مسائل اور حقائق سے آنکھیں موند لینے کی اجازت نہیں دیتی۔ میں اگر اقبال کے اس خیال کی وضاحت نہ کروں کہ وہ قوم کی پرستش یا کسی اور نوعیت کی پرستش ہی کا قائل نہیں ہے تو میں اقبال کے فکر و فلسفے کی غلط تاویل کا مرتکب ہوں گا۔ وہ کسی قوم کی شہنشاہیت اور اس کی وسعت گیری کو بھی پسند نہیں کرتا۔ اس نے جب دیکھا کہ مسولینی نے اطالویوں کو خوابِ غفلت سے جگا کر ان میں حرکی روح پھونکی تو وہ اس سے خوش ہوا لیکن جب اس نے دیکھا کہ اطالوی قوم اس سرمستی کے نتیجہ میں آفریقہ میں وسعتِ ملک گیری شروع کر چکی ہے تو اس نے بڑی شد و مد سے اسے قابلِ نفرت قرار دیا۔ اس نے لوگوں کو دعوت دی کہ ہر اس کھیت کے خوشۂ گندم کو جلا دو جس سے اس کے دہقاں کو روزی میسر نہیں آتی۔ اس کی نظم "فرمانِ خدا، فرشتوں سے" بڑی حوصلے بلند کرنے والی نظم ہے ؎

اٹھو مری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخِ امرا کے در و دیوار ہلا دو
گرماؤ غلاموں کا لہو سوزِ یقیں سے
کنجشکِ فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دو
سلطانیٔ جمہور کا آتا ہے زمانہ
جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹا دو

جس کھیت سے دہقاں کو میسّر نہیں روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو
کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو
حق را بسجودے، صنماں را بطوافے
بہتر ہے چراغِ حرم و دیر بجھا دو
میں ناخوش و بیزار ہوں مرمر کی سلوں سے
میرے لئے مٹی کا حرم اور بنا دو
تہذیبِ نوی کارگہِ شیشہ گراں ہے
آدابِ جنوں شاعرِ مشرق کو سکھا دو

یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ اقبال نے لینن کو اللہ کے حضور میں لا کھڑا کیا اور اس کی زبان سے اللہ کے وجود کا اقرار کرایا ہے۔ کچھ لوگ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ لینن کو جو کہ خدا کا منکر ہے خدا کے حضور میں پیش کرنے سے کیا حاصل؟ اقبال کو لینن کی تحریروں میں کوئی ایسی بات نہیں ملی جس سے اس کو اندازہ ہوتا کہ لینن خدا کا منکر ہے۔ اقبال نے لینن کو پیغمبری کے رتبہ تک پہنچا دیا ہے۔ گو کہ یہ پیغمبر بے جبرئیل ہے۔ اقبال نے لینن کو فکر کی نئی وسعتیں عطا کی ہیں۔ وہ مادی اور روحانی ہر دو پہلوؤں پر اظہارِ خیال کرتا ہے لیکن اقبال نے مادی پہلوؤں کے تاثر کو کم ہونے نہیں دیا۔ ان نظموں کا ہمارے زمانے کے عصری تقاضوں سے گہرا ربط ہے۔ اگر ہم اقبال کی اس فکر کو لینن پر جو حالیہ تحقیق کی گئی ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ لینن خدا کا منکر نہیں تھا، غور کریں تو ہم کو اپنے زمانے کے لئے بڑی شاہد صداقتیں مل سکتی ہیں۔ لینن نے جس چیز کو برا ٹھہرایا اور اس کی مذمت کی، وہ دراصل انسان کا وہ جذبہ ہے جس کے پیشِ نظر انسان ہر چیز کو اور ہر قدر کو اپنا دیوتا بنا لیتا ہے۔ اس طرح سے انسان اپنی اصلیت سے دور ہو جاتا ہے اور یہی وہ اجنبیت ہے جو انسان کی ذات اور ارتقاء کے سارے امکانات کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر دیتی ہے۔ اقبال کے نزدیک گو معاشی محرکات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے لیکن وہ سمجھتا ہے کہ کسی فرد یا قوم کی زندگی کو تخلیقی خصوصیات عطا کرنے کے لئے معاشی وسائل بجائے خود کافی ہیں۔ تخلیق اور جدت اقبال کی فکر کے بنیادی پہلو ہیں اس نے ہر قسم کی تقلید کی تضحیک کی ہے وہ سمجھتا ہے، خواہ وہ کوئی فرد ہو یا ملک اس کو شخصیت کی سرمستی اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس میں تخلیق و ندرتِ خیال و عمل کے جذبات پیدا نہ ہوں۔

زندگی میں ایسے عناصر ہیں جس سے انسان کی شخصیت کے لئے ترقی کی نئی راہیں پیدا ہوتی ہیں اس کے ساتھ ہی کچھ ایسے محرکات بھی ہیں جو انسان کی شخصیت پر ضرب لگاتے ہیں مثلاً خوف، دست نگری، فکر و عمل کی تقلید انسان کی شخصیت کی بڑی دشمن ہیں۔ چھوٹی چھوٹی وفاداریاں جیسے نسل، خاندان کا افتخار جو انسان کی عالمی برادری پر ضربِ کاری لگاتے ہیں، انسانی انفرادی شخصیت کے لئے بھی نقصان دہ ہیں۔ ان سے انسانوں میں امتیاز اور اختلاف کی دیواریں کھڑی ہو جاتی ہیں اور وہ کسی خاص محدود مقصد کی تکمیل کے بجائے عام طور پر انسانی وحدت کو صدمہ پہنچانے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

اقبال نے جس نئے نظامِ زندگی کے منصوبے بنائے اور نئے انسان کا تصور اقبال نے متشکل کیا ان کا ہم کو اس عہد کے دوسرے افکار کی روشنی میں مطالعہ کرنا چاہیئے۔ آج کل دنیا ایک ایسے پیغام کے لئے آہ و

دکھا کر رہی ہے جس سے انسان کے ابھی ہوئے مسئلے ہوئے بحران کا علاج معلوم کر سکے، یہ بحران اس طرح بڑھتا چلا جا رہا ہے کہ اس سے انسانیت بٹ گئی ہے۔ اس کا جواب اقبال کی شاعری اور فکر میں ملتا ہے۔ بے شمار مسائل پر اقبال صرف اشارے کرتا ہے کیونکہ شاعری سے ہٹ کر اُسے کسی اور موضوع پر لکھنے کی فرصت ہی نہیں ملی۔ اس لئے اس نے لیکچر میں جو کہ اس کے فکر و فلسفے کا ایک جزو لاینفک ہیں۔ بڑے زور اور اثر آفریں افکار پیش کئے ہیں۔ وہ بعض موضوعات پر سیر حاصل مبسوط کتابیں لکھنا چاہتا تھا لیکن زندگی نے وفا نہ کی لیکن اس نے اپنی شاعری اور تصانیف کے ذریعے سے عظیم اور اعلیٰ عمارتوں کے لئے بنیاد رکھی ہے۔ ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ اس نے جس کام کی ابتدا کی تھی اس کی تکمیل کریں یہ انسانیت کی بڑی خدمت ہوگی کیوں کہ اقبال دراصل ایک ایسا شاعر ہے جس کی شاعری اور فکر میں کائناتی صداقتیں ملتی ہیں۔ اس نے اردو اور فارسی ادب کی اصطلاحوں کا سہارا لیا ہے لیکن اس کے باوجود ہم کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کے کلام میں کائناتی صداقتیں ہیں۔

جیسا کہ میں نے کسی اور موقع پر کہا ہے کہ ہندوستان کی تقسیم اور اس سے ہمارے جذباتی لگاؤ کی وجہ سے ایک طرف تو اقبال کی شاعری اور فلسفہ جیسے نایاب اور گرانقدر دولت سے ہم نے اپنے آپ کو محروم کر لیا ہے تو دوسری طرف دوسرے نامناسب مطالبات اور غیر واجبی وابستگیوں سے دوسروں نے اپنے حدود میں بند کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم ان بندشوں سے آزاد ہو کر اقبال کو پھر سے پانے کی کوشش کریں تعصب، غلط فہمی یا ناواجبی وابستگیوں، احترام یا محبت کے جذبات سے الگ ہو کر جو اس کائناتی قدروں کے پیغام کو محدود کر دیتے ہیں۔ اگر ہم اس موقع کو کھو دیں تو مجھے یہ کہتے ہوئے ذرا برابر بھی تامل نہیں ہوگا کہ اس خطۂ ارض میں بچھڑے ہوئے انسانوں کو ملانے اور ان کے دلوں کو جوڑنے میں ناکام رہیں گے۔ اگر ہم سچے دل سے غالب و اقبال کو اپنا لیں تو مجھے یقین ہے کہ ہم کو افتخار اور اتحاد کے نئے امکانات حاصل ہوں گے اگر ہم اس جشن کی مختلف تقریبوں کے مباحث اور تقریروں کے ذریعہ اقبال کے صحیح تصور کی تشکیل کر کے اقبال کے فکر و فلسفے کو اس کی تمام وسعتوں کے ساتھ پیش کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو ہم نہ صرف اپنے ملک کی تعمیری خدمت انجام دیں گے بلکہ یہ انسانیت کی بھی عظیم خدمت ہوگی۔

اقبال کی شاعری کو انگریزی اور ہندوستان کی دوسری زبانوں میں پیش کرنے کے علاوہ ہم نامور ادیبوں کو دعوت دیں گے تاکہ اقبال کی شاعری اور فلسفے کے ایسے پہلوؤں پر خامہ فرسائی کریں جن پر ابھی تک کچھ نہیں لکھا گیا۔ ہم اقبال کی شاعری اور اس کی فکر کو عہدِ حاضر کے سانچوں میں جانچنے اور اس کی روح کو پانے کی کوششیں کریں گے۔ اس کام میں ہم آپ کی تائید اور رہنمائی کا خیر مقدم کریں گے۔

میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس خطبہ کو سننے کی زحمت گوارہ فرمائی۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس جشن کی ہر تقریب میں شرکت کریں گے۔ میں اپنے ہم کار ساتھیوں اور دوستوں کا شکر گزار ہوں جن کی محنت کے باعث یہ جشن ممکن بن سکا۔ اور اس کے کامیاب انصرام کے وسائل پیدا ہو سکے۔

گیان سنگھ شاطر

اقبال

(پنجابی نظم)

لکھاں سال پھُلاں اپنے دل چیرے	پھول لاکھوں سال غم میں اپنے دل کو چیرتے رہے
لکھاں سال روئی اکھ نرگساں دی	اور لاکھوں سال نرگس کی آنکھ غم میں روتی رہی
لکھاں سال ہی رہی پریشان خوشبو	خوشبو لاکھوں سال پریشان رہی
روح رہی بے چین سی بُلبُلاں دی	اور بُلبل کی روح بھی بے چین رہی
سرو کھڑے خموش اُداس ہر تھاں	ہر جگہ سرو اداس اور خموش کھڑے تھے
خُشک خُشک زبان سی کنڈیاں دی	اور کانٹوں کی زبانیں بھی سوکھی تھیں
لُٹے گئے خزانے سی زرِ گُل دے	خزاں نے زرِ گل کے خزانے لوٹ لئے تھے
خطرے وِچ دوشیزگی پتیاں دی	اور پتیوں کی دوشیزگی بھی خطرے میں تھی
زخمی زخمی ہوئے مُکھڑے سی لالیاں دے	گلِ لالہ کے مکھڑے بھی زخمی زخمی تھے
جان لباں تے آئی سی سبزیاں دی	اور سبزوں کی جان بھی لبوں پر تھی
پتہ پتہ سی ترسدا زندگی نوں!	پتہ پتہ زندگی کو ترس رہا تھا
ٹُٹی ہوئی سی کمر بھی بوٹیاں دی	اور بوٹوں کی کمر بھی خزاں کے بوجھ سے ٹوٹی ہوئی تھی
دن رات سی بولدے بوم ہر تھاں	ہر جگہ دن رات الّو بول رہے تھے
حالت دشت توں وِدھ سی گلستاں دی	اور گلستاں کی حالت دشت سے بھی بدتر تھی
نظمِ فطرت دا جدوں ایہہ حال ہووے	جب نظمِ فطرت کا کچھ ایسا حال ہو
گت کی ہو سکدی ایہے بندیاں دی	تو بندوں کی حالت کیا ہو سکتی ہے
جدوں تکیا گھور اندھیرا ایناں	جب اتنا گھور اندھیرا دیکھا
تڑپی رگِ نمود پرماتماں دی	تو خدا کی رگِ نمود تڑپنے لگی
اَنگ پھڑکیا جدوں تخلیق والا	اور جب جذبۂ تخلیق میں حرکت پیدا ہوئی
روح کمب گئی فرشتیاں دی	تو فرشتوں کی روح فلک پر کانپ گئی
کُجھ ایہو جیہا دھرتی تے نور ڈٹھا	دھرتی پر کچھ ایسا نور اجاگر ہوا
پھٹی پھٹی رہ گئی اکھ آسماں دی	کہ آسماں کی آنکھ پھٹی پھٹی رہ گئی
تارے پچھ رہے سی کی اچرج ہویا!	ستارے بار بار چاند سے پوچھ رہے تھے
سمجھ کُجھ نہیں آؤندا سی چندرماں دی	مگر چاند کی سمجھ میں یہ معمہ بالکل نہیں آرہا تھا
جدوں کثرت دا تھوڑا حجاب اٹھیا	جب کثرت کا تھوڑا حجاب اٹھا
نظر آؤن لگی شان وحدتاں دی	تو وحدت کی کچھ کچھ شان نظر آنے لگی

جلوے سمٹ رہے سی اک شاہ کار اندر
بن رئی تقدیر سی فرشیاں دی
دھاک نوریاں ناریاں وچ پے گئی
اوہدی عظمتاں دے چابکدستیاں دی
حوراں تکدیاں رہیاں حیران ششدر
شان ہوئی اُچی ایداں پستیاں دی
مٹی لئی ہمالہ دی گود وچوں!!
اوہنوں آب دتی پنج پانیاں دی
اوہنوں دتا مزاج خوشبو وانگوں
اتے دتی پاکیزگی شبنماں دی
دتی عقل تاں عقل نوں ہوش دتا
نہیں تاں کدوں کھل دی رمز فطرتاں دی
دتا جدوں شعور تاں حُسن دتا
دتی لوچ اُس نوں سرفرازیاں دی
دل نوں درد دے کے سوز نال بھریا
گھٹی دے کے سخن طرازیاں دی
دتی اکھ تاں اکھ نوں پرکھ دتی
دتی آرسی بھی پاک طینتاں دی
دے کے شوق اُٹل ارادیاں نوں
کیتی طبع عطا سی شعلیاں دی
جدوں نور نالوں اپنے جدا کیتا
کہا رہیں تو حُسن بقا ہو کے
تینوں بندے دا روپ عطا کیتا
پر تو بندیاں وچ رہیں خدا ہو کے

خدا کے جلوے اک شاہکار کے اندر سمٹ رہے تھے
اور دھرتی پر رہنے والوں کی تقدیر بن رہی تھی
نوریوں اور ناریوں میں
خدا کی عظمتوں اور چابکدستیوں کی دھاک بیٹھ گئی
آسمان پر حوریں حیران و ششدر کھڑی دیکھتی رہیں
کیونکہ پستیوں کی شان کچھ اس انوکھے انداز سے اونچی ہونے لگی
قدرت نے ہمالہ کی گود سے مٹی لے کر
اُس کو پانچ پانیوں کی آب سے نوازا
پھر اس مٹی کو قدرت نے خوشبو کا مزاج عطا کیا
اور شبنم کی سی پاکیزگی بھی دی
پھر جب اس مٹی کو عقل عطا ہوئی تو ہوش بھی دیا گیا
کیوں کہ ہوش کے بغیر فطرت کی رمز کس طرح سمجھ میں آسکتی تھی
اس کو شعور کے ساتھ حُسنِ شعور بھی عطا کیا
اور جذبات کی نرمی سے سرفراز کیا
دل کو درد دے کر سوز بھی دیا
اور پھر سخن طرازیوں کی گھٹی بھی دی
جب قدرت نے اس مٹی کو آنکھ عطا کی تو حُسنِ نظر بھی عطا کیا
اور پاک طینتی کی آرسی بھی دی
پھر ارادوں کو اٹل شوق دیا
اور طبع بھی شعلوں جیسی عطا کی
جب قدرت نے اس مٹی کو اپنے نور سے جدا کیا
تو یہ فرمایا کہ تم زندگی کی شان ہو کر رہنا
تمہیں بندے کا روپ عطا کیا ہے
مگر تم بندوں میں خدا ہو کر رہنا

اقبال صدی تقاریب کے لئے نیک تمنائیں

سبھروال ٹائرز
Sabharwal Tyres

۸۰۸-۳-۵ گوشہ محل روڈ، حیدرآباد
شاخ: ۸۶-۱-۳۲ بودارا روڈ، وشاکھاپٹنم

اقبال صدی تقاریب کے لئے نیک خواہشات کے ساتھ

دکن لاری سروس

۵۰۲-۵-۵ معظم جاہی مارکٹ، حیدرآباد

فون: 43865
گرام: "GOODS DAILY"

شاخیں ۲۲۶، نشان پارہ روڈ، کھڑک، بمبئی ۹
سکندرآباد۔ نظام آباد۔ ورنگل اور وجے واڑہ

مرتبہ: ملک نذیر احمد

علامہ اقبال

سوانح پر ایک طائرانہ نظر

ماخوذ: "کلیدِ اقبال"

علامہ اقبال ایک کشمیری خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ جو آج سے کوئی اڑھائی سو سال پیشتر سترھویں صدی عیسوی میں مشرف بہ اسلام ہوا۔ یہ خاندان برہمن تھا۔ اس کی گوت سپرو تھے اور تقریباً اُسی زمانہ میں کشمیر سے ترکِ وطن کر کے مختلف اطراف میں پھیل گئے۔ علامہ مغفور کے خاندان کے مورثِ اعلیٰ نے سیالکوٹ کو اپنا وطن قرار دیا۔ علامہ اقبال کی ولادت ۲۴ ذوالحجہ ۱۲۸۹ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۸۷۳ء کو ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے محمد اقبال نام تجویز کیا۔
اقبال کی پیدائش سے قبل آپ کے والد نے ایک شب خواب دیکھا کہ "ایک بڑے میدان میں بہت سے لوگ کھڑے ہیں اوپر فضاء میں ایک نہایت خوبصورت رنگا رنگ کے پروں والا پرندہ اڑتا آرہا ہے۔ اس کی دل کشی اور دل فریبی کا یہ عالم ہے کہ لوگ دیوانہ وار اپنے بازو اٹھا کر اِس پرندے کو حاصل کرنے کی جد و جہد کر رہے ہیں آخر وہ سراپا جمال پرندہ ایکدم فضاء سے اترا اور میری گود میں آن گرا۔" اُن کے والدِ محترم نے خود ہی اِس خواب کی تعبیر یہ بیان فرمائی کہ میرے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوگا جو خدمتِ اسلام میں ناموری حاصل کرے گا۔

اقبال نے ابتدائی تعلیم سیالکوٹ ہی میں حاصل کی اور زیادہ تر مولوی سید میر حسن صاحب کے زیرِ تربیت رہے مولوی میر حسن صاحب بہت بڑے عالم تھے۔ حافظِ قرآن ہونے کے علاوہ ادبِ عربی میں عرب بھی اِن کے علم کے معترف تھے اور زبانِ فارسی پر بھی کامل عبور حاصل تھا۔ مولوی صاحب اقبال کے والد کے دوست تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ اقبال میں جوہرِ قابل بدرجہ اتم موجود ہے تو مولانا موصوف نے اقبال پر خاص توجہ دی۔ علامہ اقبال ایسے شفیق اور بے مثل اُستاد کو کبھی نہ بھولے۔ چنانچہ ۱۹۲۱ء میں سرکار کی طرف سے علامہ اقبال کو "سر" کا خطاب ملا۔ اِس موقع پر جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی نظر میں کوئی اور شخص بھی اِس خطاب کا مستحق ہے تو آپ نے فرمایا کہ "مجھے یہ بھی کہنا ضروری ہے کہ میرے استادِ محترم مولوی سید میر حسن صاحب کو خطاب دیا جائے۔" لیکن گورنر نے کہا کہ "خطاب صرف اسی شخص کو دیا جاتا ہے جس کی یا تو کوئی مستند کتاب ہو یا اس سے کوئی دوسرا کارنامہ سرزد ہوا ہو۔" اس پر علامہ نے جواب دیا کہ "جس شخص نے مجھ سا انسان پیدا کر دیا ہو اس کی قابلیت میں بھی کوئی کلام ہو سکتا ہے۔" آخر گورنمنٹ نے اِن کے اصرار پر مولوی میر حسن صاحب کو شمس العلماء کا خطاب عنایت کیا۔

علامہ اقبال نے مولوی میر حسن صاحب سے فارسی، عربی اور علومِ مشرقیہ کی مکمل تعلیم حاصل کی۔ قدرتی طور پر طبیعت میں علم و ادب کی مناسبت موجود تھی۔ اس پر مولوی صاحب کی تعلیم نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا شعر و شاعری سے فطری لگاؤ رکھنے کی بناء پر آپ نے زمانۂ تعلیم میں ہی شعر کہنے شروع کر دیئے اور مشاعروں میں شرکت کر کے داد لینے لگے۔ اس زمانے میں نواب مرزا خاں داغؔ ہندوستان کے سب سے زیادہ مشہور شاعر تھے اور یہی وجہ تھی کہ ہندوستانی شاعروں کا ایک کثیر طبقہ ان کے شاگردوں میں شامل تھا اور اس پر نظامِ دکن کا اُستاد

ہو جانے سے ان کی شہرت کو چار چاند لگ گئے تھے۔ اقبال نے ان کی شہرت سن کر اپنا کلام اصلاح کے لئے بھیجا داغ حسب دستور کلام کی اصلاح کرکے بذریعہ ڈاک بھیج دیا کرتے تھے لیکن علامہ مرحوم کا کلام دیکھ کر ہی استاد نے یہ رائے ظاہر کی کہ "اس کلام میں اصلاح کی گنجائش بہت کم ہے"۔ اسی وجہ سے یہ سلسلۂ تلمذ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ مگر پھر بھی علامہ اقبال فخر کرتے تھے کہ وہ استاد دوراں حضرت داغ کے شاگرد رہے ہیں۔

اقبال سکاچ مشن کالج سیالکوٹ سے ایف اے کرنے کے بعد لاہور تشریف لے گئے اور گورنمنٹ کالج میں داخلہ لے لیا، ۱۸۹۷ء میں بی اے میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور وظیفہ پایا۔ عربی اور انگریزی میں اوّل آنے کی بناء پر دو طلائی تمغے بھی حاصل کئے۔ اس زمانے میں سر طامس آرنلڈ ایم اے او کالج علی گڑھ سے قطع تعلق کرکے گورنمنٹ کالج لاہور میں آگئے تھے۔ ان کی فلسفہ دانی کی شہرت اور طبعی رجحان نے اقبال کو آمادہ کیا کہ وہ فلسفے سے ایم اے میں داخلہ لے لیں۔ مسٹر آرنلڈ شاگرد کی قابلیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انھیں شاگردی سے ترقی دے کر احباب کے زمرے میں شامل کر لیا۔ آرنلڈ صاحب کہا کرتے تھے کہ ایسا شاگرد استاد کو محقق اور محقق کو محقق تر بنا دیتا ہے

۱۸۹۹ء میں اقبال نے ایم اے پاس کیا اور یونیورسٹی کی طرف سے آپ کو طلائی تمغہ عطا ہوا۔ اس کے بعد علامہ اقبال اورینٹل کالج لاہور میں تاریخ، فلسفہ اور سیاسیات کے پروفیسر مقرر ہو گئے بعد ازاں گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفہ اور انگریزی کے اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوئے۔

افسران تعلیم کو آپ کی قابلیت اور ذوقِ تعلیم کا بے حد اعتراف تھا لیکن علامہ اقبال کی علم دوست درویش صفت اور آزادی پسند طبیعت نے ملازمت کو ذریعہ معاش بنانا پسند نہ کیا۔ اسی لئے آپ نے فلسفہ، قانون اور تحقیقات علمی کے لئے ۱۹۰۵ء میں یورپ کا سفر اختیار کیا۔ کیمبرج یونیورسٹی سے فلسفۂ اخلاق کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد "میونخ" یونیورسٹی، جرمنی سے فلسفۂ ایران پر ایک کتاب لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے اسی سہ سالہ قیام میں بیرسٹری کا امتحان بھی پاس کیا۔

علاوہ ازیں لندن کے اسکول آف پولیٹکل سائنس میں بھی کچھ مدت استفادہ کیا، اور سند حاصل کی۔ آپ نے انگلستان میں کثرت مشاغل کے باوجود فلسفۂ اسلام پر چھ لیکچر دئے جو بہت مقبول ہوئے آپ چھ ماہ تک لندن یونیورسٹی میں عربی کے قائم مقام پروفیسر بھی رہے۔ اسی دوران میں آپ نے نہ صرف عربی، فارسی اور سنسکرت بلکہ یورپ کی مختلف زبانوں پر بھی عبور حاصل کیا، اور ۲۷ جولائی ۱۹۰۸ء کو واپس لاہور تشریف لے آئے۔

یورپ سے واپسی کے بعد اقبال گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر اعلیٰ کی خدمات انجام دینے لگے۔ مگر اٹھارہ ماہ کے بعد اس سے سبکدوشی حاصل کر لی اور بیرسٹری کرنے لگے۔ حالانکہ پروفیسری کے زمانے میں بھی آپ کو یہ خاص مراعات حاصل تھیں کہ آپ ہائی کورٹ میں پریکٹس کر سکتے ہیں اور جج صاحبان کو یہ ہدایت تھی کہ آپ کے مقدمات دن کے آخری حصہ میں پیش ہوا کریں۔

۱۹۱۷ء میں سر اکبر حیدری نے آپ کو قانون کی پروفیسری کے لئے حیدرآباد (دکن) بلانا چاہا اور لکھا کہ آپ کو پرائیویٹ پریکٹس کی بھی اجازت ہوگی مگر آپ نے انکار کر دیا۔

۱۹۲۱ء میں شاہ برطانیہ نے علمی خدمات کے صلہ میں علامہ کو "سر" کا خطاب دیا۔

۱۹۲۶ء سے سیاسیات میں عملی حصہ بھی لینا شروع کر دیا۔

۱۹۲۹ء میں پنجاب کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔

۱۹۲۹ء میں مدراس یونیورسٹی کی دعوت پر آپ نے وہاں جاکر فلسفۂ اسلام پر مزید چھ لیکچر دیئے جو بہت مشہور ہیں

۱۹۳۰ء میں آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسہ کی صدارت کی اور اس کے بعد آپ مسلم کانفرنس کے صدر بنے۔
۱۹۳۱ء میں علامہ اقبال متحدہ ہندوستان کے نمائندہ کی حیثیت سے لندن کی دوسری گول میز کانفرنس میں شریک ہوئے اور واپسی پر مصر، فلسطین اور ہسپانیہ کی بھی سیر کی۔ اسی سال آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس آپ کی صدارت میں بمقام الٰہ آباد منعقد ہوا۔ آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا جس میں آپ نے پاکستان کا خاکہ پیش کیا۔

۱۹۳۲ء میں نادر شاہ شہید کی دعوت پر سر راس مسعود اور علامہ سید سلیمان ندوی کے ہمراہ افغانستان کی سیاحت کی۔ ۱۹۳۵ء کے انڈیا ایکٹ کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ کی تنظیم جدید میں اقبال پنجاب کی صوبائی مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے اور باوجود مسلسل علالت کے آپ سرگرمی سے مصروفِ عمل رہے۔

اور آخر ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو دنیائے علم و ادب کا یہ درخشاں ستارہ اور عالم اسلام کا عظیم شاعر اس جہانِ فانی سے رخصت ہوگیا۔ آپ کو بادشاہی مسجد لاہور کے دروازے کے ایک پہلو میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

اقبال صدی تقاریب کے لئے نیک تمنائیں

بنّی اور ہر قسم کے پارچہ جات کا اہم مرکز

ایف ڈی خان اینڈ کمپنی

کلاتھ مرچنٹس و کنٹراکٹرس

فون : ۵۳۹۴۲

محی الدین بلڈنگس، عابد روڈ، حیدرآباد

حیاتِ اقبال کی اہم یادداشتیں

اقبالیات پر بے شمار کتابوں کی اشاعت کے باوجود ڈاکٹر محمد اقبال سے متعلق مختلف تاریخی حوالوں کے حصول میں جو دشواری پیش آتی ہے اُسے ختم کرنے کے لئے ذیل میں ایک ایسا تاریخی خاکہ پیش کیا جا رہا ہے، جس میں اقبال کی زندگی کی کم و بیش تمام اہم یادداشتیں یک جا کر دی گئی ہیں۔

واقعات	مقام	کیفیت
پیدائش	سیالکوٹ	۲۲ر فروری ۱۸۷۳ء
مڈل پاس کیا	سیالکوٹ	۱۸۹۱ء
میٹرک پاس کیا	سیالکوٹ	۱۸۹۳ء
انٹرمیڈیٹ	سکاچ مشن کالج، سیالکوٹ	۱۸۹۵ء
بی اے	گورنمنٹ کالج۔ لاہور	۱۸۹۷ء
ایم اے	گورنمنٹ کالج۔ لاہور	۱۸۹۹ء
عرصۂ قیام	بھاٹی دروازہ۔ لاہور	۱۹۰۰ء تا ۱۹۰۵ء
روانگی	انگلستان	۱۹۰۵ء
بار ایٹ لا	لندن سے	۱۹۰۸ء
پی ایچ ڈی	میونخ یونیورسٹی جرمنی سے	۱۹۰۸ء
وطن واپسی	لندن سے	۱۹۰۸ء
بیرسٹری شروع کی	لاہور میں	۲۲ر اکتوبر ۱۹۰۸ء
فلسفے کے پروفیسر	گورنمنٹ کالج میں	۱۹۱۱ء
عرصۂ قیام	انارکلی	اکتوبر ۱۹۰۸ء تا ۱۹۲۲ء
عرصہ قیام	میکلوڈ روڈ	۱۹۲۲ء تا ۱۹۳۵ء
خطاب	"سر" حاصل ہوا	جنوری ۱۹۲۳ء
پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے الیکشن میں حصہ اور کامیابی		دسمبر ۱۹۲۶ء

واقعات	مقام	کیفیت
عرصۂ رکنیت	جاری رہا	۱۹۲۶ء تا ۱۹۲۹ء
اسلامیات پر لیکچرز	مدراس میں	۱۹۲۸ء
سفر	حیدرآباد (دکن)	۱۴ر جنوری ۱۹۲۹ء
تصورِ پاکستان پیش کیا	آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس الٰہ آباد	۱۹۳۰ء
دوسری گول میز کانفرنس	لندن میں شرکت	۷ر ستمبر ۱۹۳۱ء تا یکم دسمبر ۱۹۳۲ء
تیسری گول میز کانفرنس	لندن میں شرکت	۱۷ر نومبر ۱۹۳۲ء تا ۲۴ر دسمبر ۱۹۳۲ء
مسولینی سے ملاقات	سفرِ روم	۱۹۳۳ء
مسجدِ قرطبہ میں ادائیگی نماز	سفرِ اسپین	۱۹۳۳ء
حکومت افغانستان کی دعوت	سفرِ افغانستان	اکتوبر ۱۹۳۳ء
سر راس مسعود کے ہاں قیام	سفرِ بھوپال	۱۹۳۵ء تا ۱۹۳۷ء
عرصۂ قیام	جاوید منزل' میو روڈ' لاہور	۱۹۳۵ء تا ۱۹۳۸ء
وفات	لاہور	۲۱ر اپریل ۱۹۳۸ء

(ماخوذ روزگارِ فقیر)

اقبال صدی تقاریب کے لئے

نیک تمنّاؤں کے ساتھ

مدینہ ہوٹل

مدینہ بلڈنگ' حیدرآباد ۵۰۰۰۰۲ (اے۔پی)

فون : 43686

اقبال اکیڈمی (ایک تعارف)

اقبال کی فکر اور ان کی شاعری غیر منقسم ہندوستان کے تہذیبی سرمایہ کا گراں بہا جوہر ہے۔ ان کی "بانگ درا" نے سوئے ہوئے کاروان کو بیدار کیا تو ان کی "ضرب کلیم" نے اسرار حیات و کائنات کو بے نقاب کیا۔ اقبال دورِ حاضر کے ان عظیم مفکروں میں سے ہیں جن کی فکر و نظر مشرق اور مغرب کی مصنوعی سرحدوں سے بلند و بالا تر ہے۔ وہ مشرق سے بیزار تھے نہ مغرب سے حذر کرنا چاہتے تھے۔ گروہوں اور قوموں میں بٹی ہوئی انسانیت کو ایک اعلیٰ تر تہذیبی اور اخلاقی تصور پر متحد کرنا چاہتے تھے جمعیتِ آدم ان کا نصب العین تھا اور احترام آدم ان کے نزدیک تہذیب کی منزل۔ عہد حاضر کے شاعروں میں سرمایہ داری اور استعماریت کے خلاف اتنا شدید جہاد کسی اور شاعر نے نہیں کیا۔ موجودہ زمانہ کی جہالت اور تنگ نظری کے خلاف ان کی شاعری اعلانِ جنگ ہے۔ اور تاریکی و ظلمات میں ان کی بصیرت ایک عظیم مینارۂ نور۔

اقبال اکیڈمی کا قیام اقبال کے پیام اور ان کی تعلیمات کے پیشِ نظر حسبِ ذیل مقاصد کی تکمیل کے لئے عمل میں لایا گیا ہے۔

مقاصد:

- افکارِ اقبال کی اشاعت
- ایسے نظریات کی تحقیق جس پر فکرِ اقبال مبنی ہے۔
- علمی و ادبی شعور کی نشو و نما

رکنیت:

- فیس رکنیت ایک روپیہ سالانہ ہوگی
- سو روپے یا زائد دینے والے اصحاب سرپرست متصور ہوں گے

خط و خال

- یہ اکیڈمی ارکان، سرپرست صاحبان اور ایک مجلس انتظامی پر مشتمل ہوگی۔
- ارکان اور سرپرست صاحبان ہر دو سال کے لئے صدر کا انتخاب کریں گے۔
- صدر اکیڈمی مجلس انتظامی تشکیل دیں گے جو نائب صدر، معتمد، خازن اور کم از کم مزید پانچ ارکان پر مشتمل ہوگی۔
- اقبال اکیڈمی دیگر مقامات پر اپنی شاخیں قائم کر سکیگی۔

قواعد و ضوابط (اقبال اکیڈمی کی شاخوں کے لیے)

۱۔ اگر کسی مقام پر کم از کم پانچ اصحاب اقبال اکیڈمی کے رکن بننے اور کام کرنے آمادہ ہوں، اقبال اکیڈمی کی شاخ قائم کی جاسکے گی۔ (۲) شاخ کے عہدہ داروں کے انتخابات مقامی حالات اور سہولت کار کے پیشِ نظر کئے جاسکیں گے۔ جن کی میعاد دو سال ہوگی۔ (۳) شاخ کا قیام اور عہدہ داروں کے انتخابات (مرکزی) اقبال اکیڈمی کی توثیق کے تابع ہوں گے۔ (۴) سالانہ رکن اور سرپرست صاحبان (مرکزی) اقبال اکیڈمی کے رکن اور سرپرست متصور ہوں گے۔

(۵) رکنیت فارم مع فیس صدر دفتر اقبال اکیڈمی پر وصول ہونے پر ہی اقبال اکیڈمی کی باضابطہ رکنیت قرار پائے گی۔

(۶) اقبال اکیڈمی کے مقامی ارکان ہی متعلقہ شاخ کے انتخابات میں حصہ لیں گے۔

(۷) فیس سالانہ رکنیت فیس سرپرستی اور (مرکزی) اقبال اکیڈیمی سے متعلق دیگر رقومات کی وصولی کے لئے صدر دفتر رسید بکس اجرا کرے گا۔ (۸) شاخ اپنے اخراجات اور ضروریات کی تکمیل مقامی عطایے کے ذریعہ کرے گی اور باضابطہ حسابات رکھے گی۔ (۹) شاخ اپنی سرگرمیوں اور کارکردگی سے مرکز کو باخبر رکھے گی۔

(۱۰) شاخ اپنی آمدنی کا ۲۵ فیصد حصہ مرکز کو روانہ کرے گی۔

(منظورہ مجلس انتظامی اقبال اکیڈیمی بہ اجلاس منعقدہ ۲۷ اگسٹ ۸۳ء)

ہر قسم کے ٹائرز اور ٹیوب کے لئے یاد رکھیئے:

فون : 51657
(گھر) : 35109

کھنڈاری برادرس ۵-۳-۸۳۱ گوشہ محل روڈ، حیدرآباد

چارمینار کی طرح مضبوط اور قدیم

چارمینار اسبسطاس سمنٹ پروڈکٹس

- نیو کاروگیٹڈ شیٹس
- سینی ٹایل سیمی کاروگیٹڈ شیٹس
- گٹرز اور اکسسریز
- فلیکزوبورڈ اور ووڈ بسطاس برائے چھت اور پارٹیشنز
- کیبل ڈکٹس
- پریشر پائپس برائے آب رسانی

پائیداری اور اعلیٰ قسم کی پروڈکٹس کے لئے یاد رکھیئے

چارمینار اسبسطاس سمنٹ پروڈکٹس

مینوفکچرڈ ٹو دی ریلونٹ آئی ایس آئی اسپیسی فی کیشنز

حیدرآباد اسبسطاس سمنٹ پروڈکٹس لمیٹڈ

رجسٹرڈ آفس :- صنعت نگر، حیدرآباد - ۵۰۰۰۱۸ (اے پی) ٥ شاخیں :- حیدرآباد (اے پی)، بلب گڑھ (ہریانہ)

نمائشِ اقبالیات

اقبال اکیڈیمی کے زیرِ اہتمام منائی جانے والی اقبال صدی تقاریب کا ایک شاندار پہلو نمائش اقبالیات ہے۔ اقبالیات کے طالب علموں اور اہلِ ذوق کے لئے یہ نمائش یادگار رہے گی۔ اس نمائش کے مختلف پہلو یہ ہیں۔

● شعبۂ تصاویر و مرقع۔

جہاں تقاریب کے لئے علماء اور دانشوروں کو مدعو کیا گیا وہیں ممتاز مصوروں سے اس بات کی خواہش کی گئی کہ وہ اقبال کے نظریات کو اپنی تیار کردہ تصاویر کے ذریعہ منظرِ عام پر لائیں۔ غیر اُردو داں حضرات کے لئے اقبال کے منتخبہ اشعار کے انگریزی ترجمے روانہ کئے گئے۔ یہ بات بہت حوصلہ افزاء ہے کہ وقت کی کمی کے باوجود مصوروں نے بہت اچھا تعاون کیا۔ چنانچہ اس نمائش کے لئے جملہ ۵۲ تصاویر، مرقع، پورٹریٹ وغیرہ وصول ہوئے جن کے منجملہ سلکشن کمیٹی نے ۲۷ تصاویر کو نمائش کے لئے منتخب کیا۔ اس سلسلہ میں بہترین تصاویر کے لئے انعامات کا بھی اعلان کیا گیا تھا۔ جناب سوریہ پرکاش، محمد اسماعیل، ڈی دیوراج، ڈی ال این ریڈی اور موہن دت صاحبان کی تصاویر کو انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔ فن مصوری کے ناقدین نے اس نمائش میں پیش کی جانے والی تصاویر کے معیار کو سراہا ہے۔ تصاویر کی تیاری کے لئے ممتاز فن کاروں نے مختلف آرٹسٹوں سے شخصی ربط پیدا کیا ہے۔ ان کا بے لوث تعاون اس بات کا ضامن ہے کہ تصاویر کی نمائش کا یہ شعبہ اپنے معیار اور فن کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کا ہوگا۔ تصاویر کی نمائش کی ترتیب و تزئین کا کام جناب شریف صاحب اور نذر محمد صاحب کے ذمہ کیا گیا ہے۔

● اقبال اور شخصیتیں۔

اقبال نے اپنی شاعری میں بہت سے شاعروں کا تذکرہ کیا ہے جن میں مشرق و مغرب کے فلسفی، شاعر ادیب شامل ہیں۔ مختلف شخصیتوں کے بارے میں اقبال کے اشعار کو تصاویر کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔ تلاش اور جستجو کے بعد مختلف شخصیتوں کی تصاویر فراہم کی گئی ہیں۔

● تصاویر۔

نمائش کا ایک شعبہ اقبال سے متعلق فوٹوگرافس پر مشتمل ہے۔ علامہ اقبال کی مختلف تصاویر، ان کے اساتذہ اور دوستوں کی تصاویر، ان کے اہلِ خاندان کی تصاویر کے علاوہ اقبال کے مختلف گروپ فوٹوز شامل ہیں۔ ان تصاویر کی تیاری کا کام جناب مظہر اللہ صاحب اور جناب بشیر الدین صاحب کے تعاون سے انجام دیا جارہا ہے۔

● علامہ اقبال کے غیر مطبوعہ خطوط۔

اس نمائش کے ذریعہ پہلی مرتبہ اقبال کے چار خطوط کو پیش کیا جارہا ہے۔ یہ خطوط اس سے قبل منظرِ عام پر نہیں آئے تھے۔ ایک خط مولانا عبداللہ انصاری کے نام ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء کا لکھا ہوا ہے۔ یہ خط جناب عبدالقادر صاحب عمادی

کے توسط سے دستیاب ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے مایہ ناز مفکر ڈاکٹر سید عبداللطیف کے نام تین خط ہیں جن پر ۱۷؍ستمبر ۱۹۳۶ء، ۴؍دسمبر ۱۹۲۵ء اور یکم نومبر ۱۹۲۵ء کی تاریخیں درج ہیں۔ یہ خطوط جناب حسن الدین صاحب صدر ولا اکیڈیمی کے توسط سے فراہم ہوئے ہیں۔

شعبۂ خطاطی۔

اقبال کے اشعار پر مشتمل خطاطی کا مقابلہ بھی رکھا گیا ہے۔ اور نہایت ہی دیدہ زیب خطاطی کے نمونے نمائش کے لئے وصول ہوئے ہیں۔ اس مقابلہ میں جناب محمد یعقوب صاحب، جناب عبدالقادر صاحب، جناب عبدالسلام صاحب اور جناب محمد مظہر صاحب کے نمونوں کو انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔

شعبۂ کتب و رسائل۔

نمائش کے انصرام کے لئے جو کمیٹی تشکیل دی گئی ہے اس کے سربراہ جناب خواجہ محمد احمد صاحب سابق ناظم آثار قدیمہ ہیں۔ موصوف کے دیرینہ تجربہ اور رہنمائی کو اس نمائش کے اہتمام میں بڑا دخل ہے۔ کمیٹی کے ارکان میں جناب محمد ظہیر الدین، نذر محمد، خواجہ معین الدین اور ملک ساغر صاحب شامل ہیں۔

اس نمائش کا ایک اہم شعبہ اقبالیات پر مشتمل کتابوں کا ہے یہ کتب و رسائل اردو کتب خانہ، ادارہ ادبیات اردو، انوار العلوم کالج، ہسٹری ماڈرن انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کے کتب خانوں سے حاصل کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ محمد بشیر انصار بشیر کے ذاتی کتب خانہ سے نادر کتابیں اور رسائل جناب مرزا حامد علی غازی کے توسط سے وصول ہوئے ہیں جناب عالم خوندمیری صاحب اور پروفیسر ابو ظفر عبدالواحد اور کئی اصحاب نے بھی اپنے ذاتی کلکشن سے بھی کتابیں فراہم کی ہیں۔ شعبہ کتب کے انچارج جناب خواجہ معین الدین صاحب ہیں۔

تشریف لائیے۔

الفا ہوٹل

(آلیس ایر کنڈیشنڈ)

سکندرآباد

نیک خواہشات کے ساتھ

مسرز انڈین کیمیکل اینڈ
فارماسیوٹیکل ورکس

اعظم آباد، حیدرآباد (اے پی)

مینوفیکچرز آف

ایتھر سولوینٹ
ایتھر اینستھیٹک
اور
ایتھائیل کلورائیڈ

نیک خواہشات
کے ساتھ

مسرز سری وینکٹیشورا کیمیکلز
بالانگر

مسرز گیلینٹکلز انڈیا

مسرز مہر انڈسٹریز
گڈی انارم

جگن ناتھ آزاد

علیگڑھ میں اقبال سیمینار

۲۳ر تا ۲۵ر مارچ ۱۹۷۳ء

علی گڑھ کا سفر بھی کیا عمدہ سفر تھا۔ علی گڑھ، ہندوستان کے اردو مرکزوں میں ایک اہم مرکز، اور وہاں ہندستان کے ایک عظیم شاعر کے فکر وفن پر سیمینار ــ میں ایک کیفیتِ اہتزاز میں ڈوبا ہوا تھا۔ مدت کے بعد اقبال کی شاعری پر ایک سیمینار میں شرکت کا موقع مل رہا تھا۔ اقبال کی شاعری جو قدم قدم پر دعوتِ فکر دیتی ہے۔

۲۲ر مارچ کی سہ پہر کو پروفیسر مسعود حسین خان کی صدارت میں سیمینار کا آغاز ہوا۔ افتتاح پروفیسر آل احمد سرور نے کیا۔ پتہ یہ چلا کہ دراصل ڈاکٹر سروپ سنگھ، وائس چانسلر دہلی یونیورسٹی کو اس سیمینار کے افتتاح کی دعوت دی گئی تھی۔ لیکن اپنی مصروفیات کے باعث وہ علی گڑھ نہ آسکے۔ چنانچہ اردو ڈیپارٹمنٹ نے ڈاکٹر عبدالعلیم وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو افتتاح کی دعوت دی۔ وہ علیل ہوگئے۔ آخر میں افتتاح کا فرض سرور صاحب کے سپرد ہوا۔

شاعری اور فلسفہ

پروفیسر آل احمد سرور صرف اقبالیات ہی کے سلسلے میں نہیں بلکہ سارے اردو ادب میں ایک رہنمایانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کے افتتاحیہ مقالے کا عنوان تھا "اقبال آزاد ہندوستان میں"۔ آپ نے اپنے مقالے میں اقبال کے ہمہ گیر فکر و نظر پر روشنی ڈالی اور کہا کہ ہم لوگوں نے اقبال کی شاعری کو فلسفہ سمجھ لیا اور فلسفے کو نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ اقبال کو سمجھنے کے لئے اقبال کی شاعری اور فلسفے دونوں کا مطالعہ اشد ضروری ہے۔

ایک اور اہم بات جو سرور صاحب نے اپنے مقالے میں کہی یہ تھی کہ ہمیں صرف اقبال کی شاعری اور ان کے لیکچروں Reconstauction of Religious Thought in Islam ہی کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اس کے علاوہ اقبال سے جو کچھ منسوب کیا جاتا ہے اُسے نظر انداز کر دینا چاہیئے۔ سرور صاحب کے اس نظریئے پر سیمینار میں کھل کر بحث نہیں ہوئی۔ میری ذاتی رائے ہے کہ اقبال کی شخصیت اور فکر و فن کا بھرپور مطالعہ کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اقبال کی شاعری اور لیکچروں کے علاوہ ہمیں ان کی تمام تحریروں اور بیانات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ کیوں کہ اقبال کی شاعری ایک تلاش اور جستجو کی شاعری ہے اور اس تلاش و جستجو کا تجزیہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اقبال کے ایک ایک حرف پر ہم پوری طرح سے غور نہ کریں۔ ہر فلسفی کی طرح اقبال کے فکری نظام میں کئی مقامات ایسے آتے ہیں جن سے ایک قاری متفق اور دوسرا غیر متفق ہو سکتا ہے۔ لیکن اس سے اقبال کی شاعرانہ یا مفکرانہ عظمت پر کوئی حرف نہیں آتا۔

اقبال ایک بڑے شاعر اور بڑے مفکر تھے۔ اُن کی شاعری اور فکر کا بھرپور جائزہ لینے کے لئے ہمیں ان کی تحریروں یا بیانات کے کسی حصے کو بھی نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے۔

سرور صاحب کے اس فکر انگیز مقالے کے بعد ڈاکٹر باقر مہدی نے "اقبال کا نفسیاتی مطالعہ" کے عنوان سے اپنا مقالہ پیش کیا۔ ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی نے بحث کی ابتداء کرتے ہوئے کہاکہ اقبال کے ان خطوط سے جو انہوں نے عطیہ فیضی کے نام لکھے ہیں اقبال کی نفسیات پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ ان خطوط کا مطالعہ اقبال کی نفسیات کو سمجھنے میں بڑی مدد دے سکتا ہے نٹشے اور اقبال کی نفسیاتی مطابقت کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی نے ڈاکٹر جاوید اقبال کا "ابا جان" میں بیان کیا ہوا وہ واقعہ سنایا جس میں جاوید اقبال نے اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ اگرچہ ابا جان نے ہمیشہ جہد وعمل کی تعلیم دی ہے اور مجھے یہ تلقین کیا کرتے تھے کہ میں بڑی عید کے دن قربانی کے وقت موجود رہوں تاکہ بکرے کو ذبح ہوتے ہوئے دیکھوں لیکن وہ خود ایک مرغی کو ذبح ہوتے نہیں دیکھ سکتے تھے اور ایک بار جب مجھے ذرا سی چوٹ لگی اور ہونٹ سے خون نکل آیا تو ابا جان یہ منظر دیکھ کے بیہوش ہوگئے تھے۔

زاہدہ زیدی نے مقالے پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہاکہ مقالہ نفسیاتی مطالعے سے زیادہ شخصیت کے تجزیے پر مبنی ہے۔ اگرچہ شخصیت کا تجزیہ بھی شاعر کی نفسیات کو سمجھنے میں مدد دے سکتا ہے۔ لیکن اقبال کی نفسیات کا مطالعہ کرنے کے لئے ان کی زندگی کے بعض اُن گوشوں پر گہری نظر ڈالنا ہوگی جو اس وقت ہمارے سامنے نہیں ہیں

اس نشست کا تیسرا اور آخری مقالہ ڈاکٹر منظر عباس نقوی کا تھا۔ جس میں انہوں نے "اقبال کے شعری اسلوب" پر بحث کی تھی۔ مقالے کے خاتمے پر پروفیسر آل احمد سرور نے اعلان کیاکہ آزاد لائبریری میں اقبال کی تصانیف اور ان کتابوں کی جو اقبال پر لکھی گئی ہیں ایک نمائش منعقد کی گئی ہے۔ چنانچہ میں نشست کے بعد لائبریری چلا گیا تاکہ ایک نظر اس نمائش کو دیکھ لوں۔

تصانیفِ اقبال کی نمائش

نمائش کی ترتیب میں بڑی محنت اور وقت نظری سے کام لیا گیا تھا۔ اقبال کی تمام تصانیف اور اقبال پر لکھی ہوئی بے شمار کتابیں وہاں موجود تھیں۔ لیکن مجھے اس نمائش میں ایک شئے کی کمی نظر آئی اور وہ ہے اقبال کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریریں۔ ممکن ہیں یہ تحریریں وہاں موجود ہوں اور جلدی میں ان پر میری نظر نہ پڑسکی ہو۔ لیکن میرا خیال ہے اس نمائش میں ایک الگ شعبہ اقبال کی اردو اور انگریزی تحریروں کے لئے وقف ہونا چاہیئے تھا۔ اگر کوشش کی جائے تو علی گڑھ اور علی گڑھ سے باہر سارے ملک میں اقبال کے خطوط اور دوسری نادر تحریریں خاصی تعداد میں فراہم ہوسکتی ہیں۔

اقبال سمینار کا دوسرا دن

دوسرے روز پروفیسر اسلوب احمد انصاری کی صدارت میں صبح کی نشست کا آغاز ہوا۔ اس میں جناب شبیر احمد خان غوری نے اپنا گراں قدر مقالہ "اقبال کے تصورِ زماں کے ماخذ" پڑھا۔ اقبال کے نظام فکر میں

تصورِ زماں کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اسے مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال قرار دیا ہے۔

جناب شبیر احمد خاں نے اپنی فاضلانہ بحث میں لا تسبوا الدھر ...... کو جس کا علامہ اقبال نے اسلام میں فکرِ الٰہیہ کی تشکیلِ جدید میں خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ موضوع حدیث قرار دیا اور کہا کہ اقبال کا تصورِ زمان مغربی مفکرین کے تصورِ زمان پر مبنی ہے۔

اس نشست کا دوسرا مقالہ ڈاکٹر عابد رضا بیدار کا تھا۔ "اقبال اور فکرِ اسلام کی تشکیلِ جدید"۔ جن حضرات کی نظر سے ڈاکٹر عابد رضا بیدار کا سلسلۂ مقالات "ایک جوئے کہستان کی موجِ رواں" کے عنوان سے گزر چکا ہے انہیں اندازہ ہوگا کہ ڈاکٹر بیدار کو کلامِ اقبال سے کس قدر گہرا شغف ہے۔ لیکن بیدار صاحب سامعین سے مخاطب تھے تو ایسا گمان ہو رہا تھا کہ ان کے سامنے لکھا ہوا مقالہ نہیں ہے بلکہ کاغذ پر چند اشارات درج ہیں اور وہ "اقبال اور فکرِ اسلام کی تشکیلِ جدید" کے موضوع پر زبانی تقریر کر رہے ہیں۔ بہر طور اقبال اور فکرِ اسلام کی تشکیلِ جدید کے موضوع پر ان کی بات چیت گل افشانیٔ گفتار کا انداز لئے ہوئی تھی۔

اقبال اور تصوّف

دوسری نشست سہ پہر کو جناب میکش اکبر آبادی کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس نشست میں آپ نے اپنا مقالہ بھی پڑھا۔ عنوان تھا "اقبال اور تصوّف" تصوف جناب میکش اکبر آبادی کا خاص موضوع ہے اور اس پر وہ حرفِ آخر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کی تصنیف "نقدِ اقبال" کا موضوع بھی اقبال اور تصوف ہے آپ نے اپنے گراں قدر مقالے میں اقبال کے صوفیانہ افکار اور ان افکار کے بتدریج ارتقاء پر روشنی ڈالی۔

پروفیسر اسلوب احمد انصاری اقبال کی شاعری پر بڑی گہری نظر رکھتے ہیں۔ انہوں نے "مسجد قرطبہ۔ ایک مطالعہ" کے عنوان سے اپنا مقالہ پیش کیا اور نظم کے ایک ایک بند کا تجزیہ کر کے اقبال کی شاعرانہ اور مفکرانہ عظمت پر سیر حاصل بحث کی۔

اس نشست کا تیسرا اور آخری مقالہ ڈاکٹر اولاد احمد صدیقی کا تھا۔ عنوان تھا "اقبال کا معاشی نظریہ" آپ نے اس مقالے میں اقبال کے معاشی نظریات کا اس وقت سے جب کہ اقبال نے علم الاقتصاد کے نام سے اقتصادیات پر کتاب لکھی ۱۹۳۸ء تک جائزہ لیا۔ اقبال کا معاشی نظریہ فکرِ اقبال کا ایک ایسا باب ہے جس پر بہت کم کام ہوا ہے اور اولاد احمد صدیقی کا مقالہ اس کمی کو پورا کرنے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔

تیسرے روز صبح کی نشست ڈاکٹر عالم خوندمیری کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ ڈاکٹر عالم خوندمیری نے اپنے مقالے "اقبال، خودی اور وقت" ہی سے اس نشست کی ابتداء کی۔ ڈاکٹر عالم خوندمیری پر ان کے علم و فضل اور فلسفیانہ نکات کی عقدہ کشائی کے پیشِ نظر اقبال کا یہ مصرع صادق آتا ہے "بات میں سادہ و آزادہ معانی میں دقیق" اور جب وہ خودی اور وقت کے گہرے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے تو میرا ذہن بار بار عالم خوندمیری کے تعلق سے اقبال کے اس شعر کی طرف جا رہا تھا۔

ہے فلسفہ میرے آب و گل میں　　پوشیدہ ہے ریشہ ہائے دل میں

ڈاکٹر وحید اختر کا مقالہ "اقبال اور وجودی فکر" کے موضوع پر تھا۔ آپ نے اقبال کے نظامِ فکر میں وجودی عناصر کی نشان دہی بڑے عالمانہ اور محققانہ انداز سے کی۔

سہ پہر کی نشست کا آغاز جس کی صدارت سید بشیر الدین نے کی، راقم التحریر کے مقالے بعنوان "جاوید نامہ ایک مطالعہ" سے ہوا۔ اسی نشست میں ڈاکٹر عبدالحق نے "اقبال کی فکر" پر اپنا مقالہ پڑھا۔ جناب عیاذ انصاری نے "پس چہ باید کرد اے اقوام شرق۔ ایک مطالعہ" کے عنوان سے مقالہ پیش کیا اور جناب بشیر بدر نے "اقبال کی اردو غزل" پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

چوتھے روز صبح کی نشست کے مقالہ نگار حضرات تھے جناب علی سردار جعفری، جناب عمیق حنفی اور جناب شمیم حنفی۔ سردار جعفری نے ہندوستان کی تحریک آزادی کے پس منظر میں کلام اقبال کا تجزیہ کیا۔ عمیق حنفی نے "معجزۂ فن" کے عنوان سے مقالہ پڑھا اور "معجزۂ فن سے ہے خون جگر کی نمود" پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ شمیم حنفی نے اقبال، ایلیٹ اور ایٹس کے کلام میں مماثلت کے بعض پہلوؤں کی نشان دہی کی۔

سہ پہر کی نشست اس سیمینار کی آخری نشست تھی جس میں جناب شمس الرحمٰن فاروقی نے "اقبال کے شعری ارتفاع کا ایک خاکہ" پیش کیا۔ جناب مقبول حسین خاں نے کلام اقبال پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ قاضی عبیدالرحمٰن نے مقالہ "اقبال کا فن" پڑھا اور جناب شمشی طہرانی نے "صاحب ساز کو لازم ہے ....." کے عنوان سے تمام محاسنِ کلامِ اقبال پر روشنی ڈالی۔

اقبال کی صد سالہ سالگرہ

اس نشست کے بعد سیمینار کے خاتمے کا اعلان ہوا۔ اور اس مضمون کا ایک ریزولیوشن پاس ہوا کہ ۹ نومبر ۱۹۷۷ء کو ہندوستان بھر کی ادبی انجمنوں کے تعاون سے ملک گیر پیمانے پر اقبال کی صد سالہ سالگرہ منائی جائے گی جس کی تفاصیل کے بارے میں بعد میں اعلان کیا جائے گا۔ یہ بھی طے پایا کہ ریزولیوشن کی نقول جناب نورالحسن، وزیر تعلیم حکومت ہند اور جناب اندر کمار گجرال، وزیر اطلاعات و نشریات حکومت ہند کی خدمت میں بھیجی جائیں تاکہ اقبال کی صد سالہ سالگرہ منانے کے سلسلے میں ان دونوں وزارتوں (وزارت تعلیم اور وزارت اطلاعات و نشریات) کا تعاون حاصل کیا جاسکے۔

مشاعرہ

اسی رات کو پروفیسر آل احمد سرور کی زیر صدارت یونی ورسٹی میں مشاعرہ منعقد ہوا جس کی ابتدا سرور صاحب کی فرمائش پر راقم التحریر کی طویل نظم "اقبال" سے ہوئی۔ مشاعرے کے لئے اقبال کے تین مصرعے طرح کے طور پر دیے گئے تھے

مجھے آہ و فغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا
میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں
گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر

مجھے ایک مدت کے بعد کسی ایسے مشاعرے میں شرکت کا اتفاق ہو رہا تھا جس کے لئے مصرع طرح دیا گیا ہو۔ چنانچہ بیس پچیس برس پہلے کا زمانہ میری نظروں میں پھر گیا جب کہ طرحی مشاعرے ہندوستان کے گوشے گوشے میں منعقد ہوتے تھے

اس مشاعرے میں مصرع طرح پر کم حضرات نے طبع آزمائی کی تھی اس لئے مشاعرہ دو حصوں میں منعقد ہوا۔ طرحی اور غیر طرحی۔ کوئی پندرہ شعراء نے اس مشاعرے میں شرکت کی۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ آل احمد سرور، علی سردار جعفری، بشیر بدر، عبا جائسی، شمیم حنفی، شفیق انجم، اعظم سحاب، مظہر علی، وحید اختر، مسعود علی ذوقی، شمس الرحمٰن فاروقی، عمیق حنفی، میکش اکبرآبادی اور جگن ناتھ آزاد۔ ہاں یاد آیا، مشاعرے کے شروع میں تحسین فاطمہ اور مظہر علوی نے اقبال کی غزلیں "تیری نوائے شوق سے شور حریم ذات میں" اور "گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر" مترنم انداز میں پیش کیں، جنہیں سامعین نے پسند کیا۔

اِسٹیٹ بینک ٹراولرز چیکس

بلا کمیشن ہوتے ہیں

اب آپ کو ہمارے ٹراولرز چیکس خریدنے پر کمیشن ادا کرنا نہیں پڑتا جو ہندوستان میں ہر جگہ بھنائے جا سکتے ہیں۔ تاہم آپ کو وہی تحفظ اور سہولت حاصل رہتی ہے نہ پریشانیاں ہیں نہ مسائل.

ہماری طرف سے 50 روپے 100 روپے اور 500 روپے کی مالیت کے ٹراولرز چیکس جاری کیے جاتے ہیں، جنھیں بینک کے 4000 سے زائد دفاتر میں یا اس کے معاون بینکوں میں کہیں بھی بھنا لیجئے۔ اس کے علاوہ ایئرپورٹس، ہوٹلس اور شاپس میں بھی چیکس بھنانے کے لئے ایجنٹس ہیں جو ہر جگہ، ہر لمحہ بلکہ بینک کے اوقات کے بعد بھی بہتر ثابت ہوتے ہیں.

اِسٹیٹ
بینک
آف
اِنڈیا

براہ کرم ہمارے شوروم پر تشریف لایئے

انڈیا کراکری ہاؤز

گورنمنٹ سپلائرز

فون شاپ : 44075
ریذیڈنس : 38300

اسٹاکسٹ برائے پریس ویر، میلوویر اور میلولڈ کراکری، انگلش کراکریز، گلاس ویر، کٹلری، اینامل ویر، ہاؤز ہولڈ ڈیٹنلز، پریزنٹیشن آرٹیکلز وغیرہ

حیدرآباد میں سب سے بڑے اسٹاکسٹ

آتھورائزڈ ڈیلرز :

بنگال پوٹریز لمیٹڈ، کلکتہ

جواہرلال نہرو روڈ، روبرو جی، پی، او
نزد رام کرشنا تھیٹر، حیدرآباد (اے پی)

ایگل ویکیوم فلاسکس، بمبئی

ملک میں لڑکیوں کے لئے اردو ذریعہ تعلیم کا واحد ڈگری کالج

انوار العلوم ویمنس کالج

خاص محل، دیوان دیوڑھی، حیدرآباد

اس کالج کے جامعہ عثمانیہ سے الحاق کی توثیق کے لئے ۳ لاکھ روپے جمع کرنے ہیں۔ اب تک تقریباً ۴۵ ہزار روپے جمع کیئے جا چکے ہیں۔ جس میں ادبی ٹرسٹ، حیدرآباد کا دس ہزار روپے کا عطیہ بھی شامل ہے۔

اہل خیر حضرات اور اردو کے بہی خواہوں سے تعاون کی درخواست کی جاتی ہے۔

CHARMINAR
THE VAZIR SULTAN
TOBACCO CO. LTD
HYDERABAD
ذرا دم لیجئے!
چارمینار پیجئے اور
پکے ہوئے خالص تمباکوؤں کا
لطف حاصل کیجئے
اپنے پُر لطف ذائقے کی وجہ سے ہی چارمینار
بھارت میں سب سے زیادہ بکنے والا سگریٹ ہے!
وزیر سلطان کی پیشکش
CMVS-69-203 UR